مُعاشرتی عُلوم

چوتھی جماعت کے لیے

Ali Murad Mang
SPE Khandiar
Nawabshah

امانت دیانت صداقت شرافت
پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور

پولیمر پبلیکیشنز، اُردو بازار، لاہور

برائے

پنجاب ٹیکسٹ بُک بورڈ۔ لاہور

اپیل

پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، ایک قومی ادارہ ہے۔ بچوں کو معیاری اور سستی نصابی کُتب بروقت مہیّا کرنا اس ادارے کے فرائض میں شامل ہے۔ اِس سال کتابوں کو معیاری اور جدید تر بنانے کے لیے خاص طور پر کوشش کی گئی ہے۔ یہ کتاب سبزی مائل نیلاہٹ والے کاغذ پر چھاپی گئی ہے۔

بورڈ کی ہر نصابی کتاب کے سرورق پر بورڈ کا مخصوص نشان چھپا ہوتا ہے۔ جعل ساز جعلی نشان، گھٹیا کاغذ اور غیر معیاری سیاہی کے استعمال سے ناقص کُتب چھاپ کر مارکیٹ میں لے آتے ہیں۔ ان کُتب کا مواد بھی غلطیوں سے مبرّا نہیں ہوتا۔ اگر آپ کے ہاتھ کوئی جعلی کتاب لگ جائے تو براہِ کرم متعلقہ کُتب فروش کے نام اور پتے کے بارے میں بورڈ کو اطلاع دیں تاکہ جعلی کُتب کا گھناؤنا کاروبار کرنے والوں کے خلاف مؤثر کارروائی کی جاسکے۔

بورڈ کی مطبوعہ کُتب میں معیارِ طباعت اور جلد بندی دُرست رکھنے کی پُوری کوشش کی جاتی ہے تاہم اگر آپ کے ہاتھ کوئی ایسی کتاب لگے جس میں طباعت یا جلد بندی کے نقائص ہوں تو متعلقہ کُتب فروش سے کتاب تبدیل کرنے کا مطالبہ کریں۔ بورڈ نے کتب فروشوں کو ایسی ہدایات جاری کی ہوئی ہیں۔ شکایت کی صُورت میں بورڈ کو اطلاع دیں۔

آپ کی اطلاع کے لیے تحریر ہے کہ اس جماعت کے لیے بورڈ کی شائع شُدہ حکومتِ پنجاب کی منظور کردہ کُتب مندرجہ ذیل ہیں۔

1- اُردو کی چوتھی کتاب
2 - دینیات
3 - مُعاشرتی علوم
4- ابتدائی سائنس
5- ریاضی

ان کُتب کے سوا آپ دیگر اضافی کتب خریدنے کے پابند نہیں ہیں۔ اگر آپ کو مجبُور کیا جائے تو مندرجہ ذیل پتے پر اطلاع دیں۔

خواجہ غلام کبریا
چیئرمین
پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ
21-ای 2 گلبرگ 3 - لاہور

مُعاشرتی علُوم

چوتھی جماعت کے لیے

امانت دیانت
پنجاب
ٹیکسٹ بک بورڈ
لاہور
صداقت شرافت

ناشر

پولیمر پبلیکیشنز ● اُردو بازار ● لاہور

برائے

پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور

Curriculum Development & Text Book Production Wing
276
LIBRARY
H-9, Islamabad.

جملہ حقوق بحق پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور محفوظ ہیں۔
تیار کردہ : پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور
منظور کردہ : حکومتِ پنجاب (محکمۂ تعلیم) لاہور
بمطابق مراسلہ نمبر 72-1-10 ایس۔ او (سی) مورخہ 23۔ مئی 1974ء
نظرثانی شدہ قومی ریویو کمیٹی وفاقی وزارتِ تعلیم و صوبائی رابطہ حکومتِ پاکستان

مصنّفین :

ڈاکٹر مس فیروزہ یاسمین
ڈاکٹر اظہر حمید
بشیر الدّین ملک
قاضی سجّاد احمد

مدیران :

ڈاکٹر مس فیروزہ یاسمین
بشیر الدّین ملک

کاتب : محمّد صدیق
آرٹسٹ : محمّد سلیم

طابع : ضیاء الحق قریشی ایم۔ اے
ناشر : پولیمر پبلیکیشنز، اردو بازار، لاہور
مطبع : جاوید ریاض پرنٹرز
پریس مارکیٹ ہجویری پارک ریٹیگن روڈ لاہور

بسم اللہ الرحمان الرحیم
شروع ساتھ نام اللہ کے جو نہایت مہربان بڑا

میرا نام ---------------- ہے

اب میں چوتھی جماعت میں ہُوں۔

یہ میری مُعاشرتی علوم کی کتاب ہے۔

آیئے دیکھیں اِس کتاب میں

کون سا سبق ---------------- کِس صفحے پر ہے۔

نمبر شمار		صفحہ
1	ہمارا صُوبہ پنجاب (محلِ وقوع اور سطح)	5
2	صُوبہ پنجاب کی تاریخ	12
3	آبادی اور پیشے	21
4	آب و ہَوا	26
5	جنگلات اور چراگاہیں	32
6	آب پاشی	42
7	زرعی پیداوار	48
8	ہمارے مویشی	56
9	معدنیات	63
10	کارخانے اور گھریلو صنعتیں	68
11	ذرائع آمد و رفت	78

صفحہ		نمبر شمار
84	خبریں پہنچانے کے وسائل	12
86	صُوبے کا اِنتظام	13
91	رفاہی ادارے	14
96	ہمارے مسائل	15
99	حضرت مُحمّد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم	16
103	حضرت ابُوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	17
105	حضرت عمرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	18
107	حضرت عُثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ	19
109	حضرت علی علیہ السّلام	20
111	قائدِ اعظم محمّد علی جناحؒ	21
113	علّامہ محمّد اقبالؒ	22
115	میجر عزیز بھٹّی (شہید)	23

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سبق: 1

صُوبہ پنجاب

ہمارے وطن، پاکستان میں صُوبہ پنجاب، صُوبہ سندھ، صُوبہ بلوچستان، شمال مغربی سرحدی صُوبہ اور قبائلی علاقے شامل ہیں۔

محلِ وقوع

صُوبہ پنجاب کے شمال مشرق میں جموّں و کشمیر کا علاقہ ہے۔ اِس کا کچھ حصّہ تو آزاد ہے جو آزاد جموّں و کشمیر کہلاتا ہے، باقی حصّے پر ابھی بھارت کا قبضہ ہے۔ مغرب اور شمال مغرب میں صُوبہ سرحد اور صُوبہ بلوچستان ہیں۔ جنوب میں صُوبہ پنجاب کی سرحد، صُوبہ سندھ اور بھارت کے صُوبہ راجستھان سے ملتی ہے۔ ہمارے صُوبے کی مشرقی سرحد کے ساتھ بھارت کا صُوبہ پنجاب واقع ہے۔

سطحِ زمین

صُوبہ پنجاب کا زیادہ تر حصّہ کم ڈھلان والا میدانی علاقہ ہے۔ دریاؤں کے بہاؤ سے پتا چلتا ہے کہ اِس ڈھلان کا رُخ شمال مشرق سے جنوب مغرب کی طرف ہے۔ یہاں کی زمین ہموار ہے اور نرم مٹّی سے بنی ہوئی ہے۔ اس میدان کے شمال مغرب میں کچھ حصّہ کم بلند سطح کا ہے، جسے سطحِ مُرتفع پوٹھوہار کہتے ہیں۔ اِس کے شمال اور مغرب میں بلند پہاڑی علاقے بھی ہمارے صُوبے میں شامل ہیں۔

زمین کی سطح تین قسم کی ہوتی ہے :۔ میدان ۔ سطح مُرتفع اور پہاڑ۔
جب دُور دُور تک سطح ایک جیسی ہو اور ڈھلان بہُت کم ہو تو زمین کے ایسے بڑے حِصّے کو میدان کہتے ہیں ۔ زمین کے کچُھ حِصّے میدان کے مقابلہ میں ذرا اُونچے ہوتے ہیں ۔ اِن کی سطح ہموار نہیں ہوتی بلکہ اِن میں کم اُونچی ڈھلانیں ہوتی ہیں ۔ زمین کے ایسے حِصّوں کو "سطح مُرتفع" کہتے ہیں۔
پتھریلی اور بلند قِسم کی سطح زمین پہاڑ کہلاتی ہے ۔ پہاڑ بہُت اُونچے اور تیز ڈھلانوں والے علاقے ہوتے ہیں ۔ دو پہاڑوں کے درمیان نشیبی عِلاقہ وادی کہلاتا ہے ۔

اِس طرح سطح کے لحاظ سے پنجاب کے تین حِصّے ہیں :۔
1 ۔ پہاڑی حِصّہ :۔ (ا) شمالی پہاڑی عِلاقہ (ب) مغربی پہاڑی علاقہ۔
2 ۔ سطح مُرتفع پوٹھوہار 3 ۔ دریائے سندھ کا میدان

پہاڑی حِصّہ

(ا) شمالی پہاڑی علاقہ : صُوبے کے شمالی حِصّے میں ہمالیہ پہاڑ کے کچُھ سلسلے ہیں۔

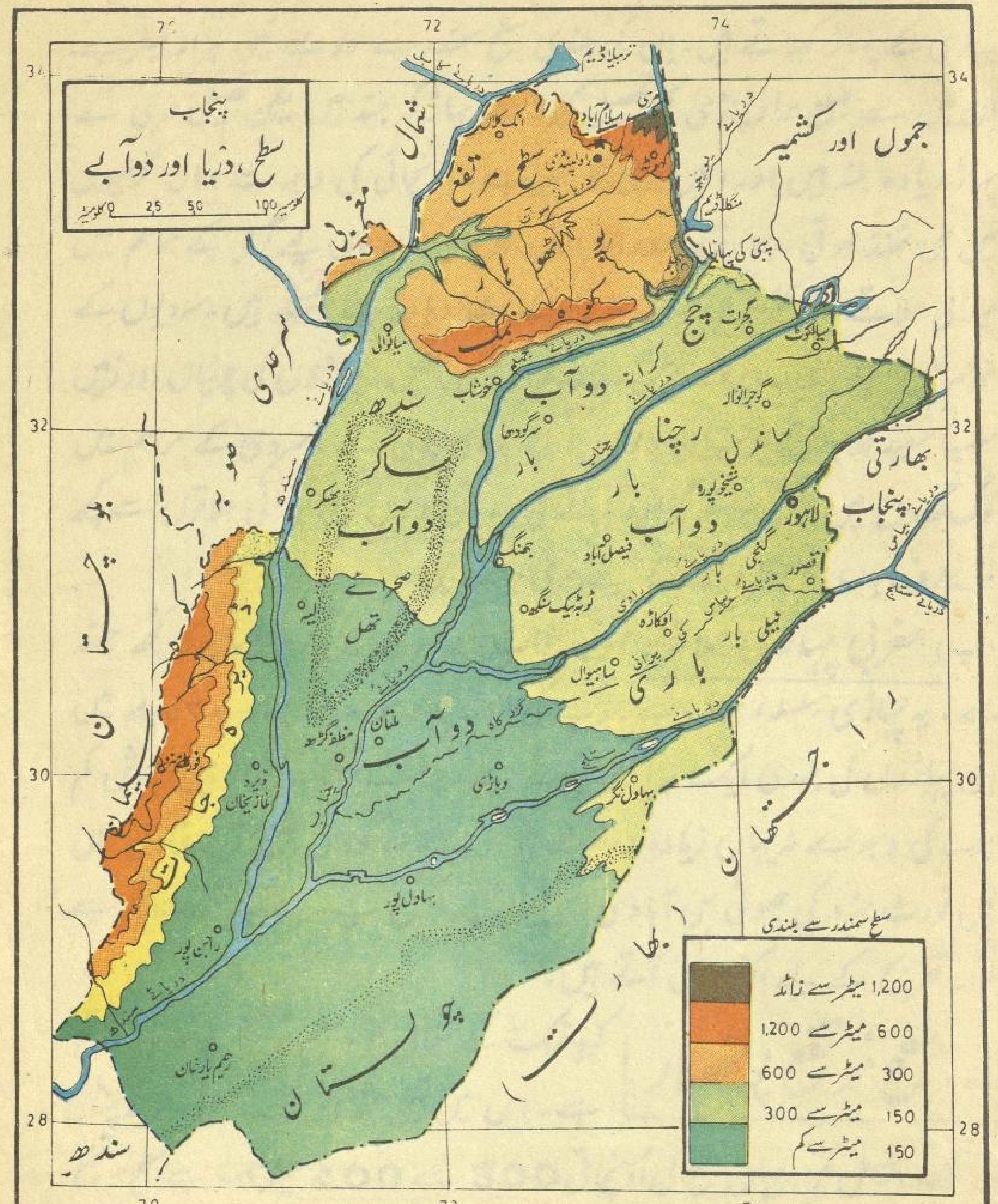

پنجاب
سطح، دریا اور دوآبے
کلومیٹر 0 25 50 100 کلومیٹر
سطح سمندر سے بلندی
1,200 میٹر سے زائد
600 میٹر سے 1,200
300 میٹر سے 600
150 میٹر سے 300
150 میٹر سے کم
جموں اور کشمیر
بھارتی پنجاب
سندھ
سطح مرتفع
کوہ نمک
سندھ ساگر دوآب
رچنا دوآب
باری دوآب
چج دوآب
تھل
لاہور
ملتان
فیصل آباد
گوجرانوالہ
سیالکوٹ
شیخوپورہ
سرگودھا
جھنگ
قصور
اوکاڑہ
ساہیوال
وہاڑی
بہاولپور
بہاولنگر
رحیم یار خان
راجن پور
ڈیرہ غازی خان
مظفر گڑھ
لیہ
بھکر
خوشاب
میانوالی
راولپنڈی
اسلام آباد
ٹوبہ ٹیک سنگھ
تربیلا ڈیم
منگلا ڈیم
70
72
74
28
30
32
34

یہ مری کے پہاڑ کہلاتے ہیں۔ اِن کی بلندی سطح سمندر سے دو سے تین ہزار میٹر ہے۔ اِن میں سے ضلع راولپنڈی کی تحصیل کہوٹہ کے پہاڑ کم بلند ہیں لیکن تحصیل مری کے پہاڑ زیادہ بلند ہیں اور وہیں مری کا شہر ہے۔ اُونچائی کی وجہ سے وہاں گرمیوں میں بھی ٹھنڈ ہوتی ہے۔ قریباً روزانہ بارش ہو جاتی ہے۔ اِس لیے گرمی کے موسم میں میدانی علاقے سے کچھ لوگ سیر و تفریح کے لیے وہاں چلے آتے ہیں۔ سردیوں کے موسم میں وہاں خوب برف پڑتی ہے۔ گھروں کی چھتیں، پہاڑوں کی چوٹیاں اور زمین سب سفید ہو جاتے ہیں۔ اِن دِنوں بلا کی سردی پڑتی ہے۔ سردی کے موسم میں لوگ گھروں میں آگ جلا کر گذارہ کرتے ہیں۔ اِن دنوں بھی میدانی علاقوں سے کچھ لوگ برف باری کا منظر دیکھنے کے لیے مری جاتے ہیں۔

(ب) مغربی پہاڑی علاقہ: صُوبہ پنجاب کے مغرب میں کوہِ سلیمان کا کچھ حصّہ ہے۔ یہ پہاڑی سلسلہ، شمال سے جنوب کی طرف پھیلا ہُوا ہے۔ ہمارے صُوبے میں اِن پہاڑوں کی بلندی ایک ہزار میٹر تک ہے۔ یہ سب خُشک پہاڑ ہیں۔ بارش کم ہونے کی وجہ سے نہ یہاں زیادہ درخت ہیں، نہ زیادہ گھاس۔ ضلع ڈیرہ غازی خاں میں فورٹ منرو کی چھوٹی سی آبادی اِسی پہاڑ پر واقع ہے۔ یہ خُوب صُورت جگہ ہے۔ لوگ تفریح کے لیے اکثر یہاں آتے ہیں۔

2- سطح مُرتفع پوٹھوہار

کوہِ نمک کے شمال میں سطح مُرتفع پوٹھوہار واقع ہے۔ اِس میں تین شمالی ضلعے، جہلم، راولپنڈی اور اٹک شامل ہیں۔ یہاں سطح کی اُونچائی 300 سے 400 میٹر تک ہے سطح مرتفع پوٹھوہار کے جنوب میں کوہِ نمک کا سلسلہ ہے جو مشرق میں دریائے جہلم سے لے کر

مغرب میں دریائے سندھ تک پھیلا ہُوا ہے۔

پوٹھوہار کے علاقے میں سطح زمین کہیں تو نرم مٹّی سے بنی ہے اور کہیں سخت پتھریلی چٹانیں ہیں۔ کہیں چھوٹی پہاڑیاں ہیں اور کہیں پانی کی کاٹ سے کھڈ بن گئے ہیں اور زمین ٹوٹ پھوٹ گئی ہے۔ اِس وجہ سے یہاں کی زمین کاشت کے لیے اچھّی نہیں ہے، البتہ یہاں پہاڑی علاقوں میں معدنیات مِلتی ہیں، جو ہمارے کام آتی ہیں۔ اِس علاقے کے مشہُور دریا کا نام، دریائے سوآں ہے جو کہوٹہ اور مری کی پہاڑیوں سے نِکلتا ہے اور جنوُب مغرب کی طرف بہتا ہُوا دریائے سِندھ میں جا گرتا ہے

3- میدانی علاقہ

صُوبہ پنجاب کا بڑا حصّہ ایک ہموار میدان ہے۔ اِس کی ڈھلان بہُت ہی کم ہے، البتّہ اِس میدان کا شمالی حصّہ، جنوُبی حِصّے سے کچُھ بلند ہے۔ پنجاب کا یہ میدان، دریاؤں کی لائی ہوئی نرم مٹّی سے بنا ہے۔ ہزاروں سال سے دریا اپنے ساتھ یہ مٹّی بہا کر لاتے رہے ہیں۔ دریا میں سیلاب آتا ہے تو اِس کا پانی دُور دُور تک پھیل جاتا ہے۔ اِس پانی میں جو مٹّی مِلی ہوتی ہے، وُہ زمین پر بیٹھ جاتی ہے۔ اِس طرح یہ میدان بن گیا ہے۔

نقشہ دیکھنے سے معلوم ہو گا کہ اِس میدان میں بہنے والے دریا شمال میں کشمیر کے پہاڑوں سے نِکل کر جنوُب مغربی رُخ پر بہتے ہیں۔ پنجاب کے تمام دریاؤں کے پاٹ چوڑے اور کم گہرے ہیں۔ ڈھلان کم ہونے کی وجہ سے دریا، میدانی علاقے میں آہستہ آہستہ بَل کھاتے ہوئے بہتے ہیں۔ البتّہ گرمیوں میں ایک تو پہاڑوں پر برف پگھلنے سے اور دُوسرے برسات کے دِنوں میں زیادہ بارش ہونے سے اِتنا پانی آجاتا

ہے کہ کناروں سے اکثر باہر نکل آتا ہے۔ جس جگہ سیلاب کا یہ پانی قریباً ہر سال پہنچتا ہے، اُسے "بیٹ" یا "کھادر" کہتے ہیں۔ دریائی کناروں سے دُور، زمین آہستہ آہستہ اُونچی ہوتی جاتی ہے۔ اِس اُونچے علاقے کو "بار" کہتے ہیں۔ "نیلی بار" اور "ساندل بار" ایسے ہی علاقے ہیں۔ دو دریاؤں کے درمیانی علاقے کو "دوآبہ" کہتے ہیں۔ صُوبہ پنجاب میں کئی دوآبے ہیں۔

باری دوآب کے علاقے کے ایک طرف دریائے راوی بہتا ہے اور دُوسری طرف دریائے بیاس اور ستلج ہیں۔ دریائے راوی اور دریائے چناب کے درمیان "رچنا دوآب" ہے۔ دریائے چناب اور دریائے جہلم کے درمیان "چج دوآب" ہے۔ دریائے جہلم اور دریائے سندھ کے درمیان "سندھ ساگر دوآب" ہے۔ یہ آخری دوآبہ بہُت وسیع اور ریتلا ہے، یہ علاقہ "تھل" بھی کہلاتا ہے۔

تھل کے علاقے میں دُور دُور تک ریت ہی ریت ہے۔ جن علاقوں میں نہریں پہُنچ گئی ہیں، وُہ آباد ہو رہے ہیں۔ زمین صاف کر کے وہاں کھیتی باڑی شروع کی گئی ہے اور نئے چک بسائے گئے ہیں۔

اِسی طرح بہاول پُور میں بھی دریائے ستلج سے ذرا فاصلے پر جنُوب مشرق کی طرف ایک ریگستان ہے، اسے "چولستان" کہتے ہیں۔ یہاں بھی بارش بہُت کم ہوتی ہے اور سبزہ نہیں ہوتا۔ دریائے سندھ کے پار کا علاقہ "ڈیرہ جات" کہلاتا ہے۔ راجن پور اور ڈیرہ غازی خاں اس کے ضلعے ہیں۔

یہاں کوہِ سلیمان سے نکلنے والی چھوٹی چھوٹی ندیاں اور نالے بہتے ہیں۔ ان میں برسات کے موسم میں کافی پانی ہوتا ہے، لیکن موسم سرما میں یہ ندی نالے خُشک ہو جاتے ہیں۔

دریا

پنجاب ، دریاؤں کی سرزمین ہے۔ اِس کے دریا اِس صُوبے کے لیے بہُت اہم ہیں۔ اِن کا پانی زمینوں کو سیراب کرتا ہے۔

دریائے سندھ : دریائے سندھ ، کوہ ہمالیہ کے پار چین میں ایک جھیل سے نکلتا ہے۔ یہ دریا شمال مغربی رُخ پر بہتا ہُوا کشمیر میں داخل ہوتا ہے ، راستے میں ہمالیہ اور قراقرم کے پہاڑوں سے کئی ندی نالے اِس میں شامل ہو جاتے ہیں۔ گلگت کے قریب دریا کا رُخ جنوب مغرب کی جانب ہو جاتا ہے اور اٹک کے قریب مغرب سے دریائے کابل اِس میں آ ملتا ہے۔ اِس کے بعد یہ دریا پوٹھوہار کی سطح مُرتفع سے گزر کر کالا باغ کے نزدیک میدانی علاقے میں داخل ہو جاتا ہے۔ یہاں ڈھلان کم ہو جانے کے سبب پانی آہستہ رفتار سے بہنے لگتا ہے ، البتہ دریا کی گذرگاہ خوب چوڑی ہو جاتی ہے۔ موسم گرما میں کئی جگہ اِس کی چوڑائی 15 کلومیٹر سے 20 کلومیٹر تک ہو جاتی ہے۔ موسم سرما میں دریا میں بہاؤ کم ہوتا ہے۔ مٹھن کوٹ کے نزدیک مشرق کے معاون دریاؤں کا پانی دریائے پنجند کے نام سے دریائے سندھ میں آ ملتا ہے۔ اب یہ دریا یہاں سے جنوب مغرب کی طرف بہتا ہے اور صُوبہ سندھ سے گزر کر ڈیلٹا بناتا ہُوا بحیرۂ عرب میں جا گرتا ہے۔ دریائے سندھ کی کُل لمبائی قریباً 2700 کلومیٹر ہے۔

دریائے ستلج : دریائے ستلج ، کوہِ ہمالیہ میں تبّت کی جھیل مانسرور سے نکلتا ہے اور دُور تک پہلے بھارتی علاقے میں بہتا ہے ، پھر کچھ دُور بھارت اور پاکستان کی سرحد بناتا ہے۔ بالآخر سلیمانکی کے قریب صُوبہ پنجاب میں داخل ہوتا ہے۔ یہاں یہ دریا مغربی رُخ پر بہتا ہے اور پنجند کے مقام پر دریائے چناب میں جا ملتا ہے۔ اِس کی لمبائی قریباً 1450 کلومیٹر ہے۔

دریائے راوی: دریائے راوی، کشمیر کے پہاڑوں سے نکلتا ہے۔ یہ دریا بھارت کے علاقے میں بہتا ہوا، لاہور کے قریب ہمارے صوبے میں داخل ہوتا ہے اور مغربی رُخ پر بہتا ہوا پنجاب کے میدانی علاقے کو سیراب کرتا ہے۔ دریائے راوی میں دوسرے دریاؤں کی نسبت کم پانی ہے۔ سندھنائی سے ذرا آگے یہ دریا، دریائے چناب میں جا شامل ہوتا ہے۔ دریائے راوی کی کُل لمبائی 710 کلومیٹر ہے۔

دریائے چناب: دریائے چناب، جموّں کے پہاڑوں سے گزُر کر مرالہ کے نزدیک ہمارے صوبے میں داخل ہوتا ہے۔ دریائے چناب قریباً 1100 کلومیٹر لمبا ہے۔ اس دریا کا پاٹ چوڑا ہے۔ برسات کے دِنوں میں یہ دریا وسطی میدانی علاقے میں اپنی گزُرگاہ تبدیل کرتا رہتا ہے، اِس وجہ سے یہاں سیلاب آجاتا ہے اور کئی گاؤں تباہ ہو جاتے ہیں۔ تریموں کے نزدیک دریائے جہلم اِس میں شامل ہو جاتا ہے اور ضلع ملتان میں دریائے راوی اِس میں آ مِلتا ہے۔ پھر پنجند کے مقام پر پنجاب کے پانچوں دریا اکٹھے ہو جاتے ہیں جہاں سے مٹھن کوٹ تک یہ پانی دریائے پنجند کے نام سے بہتا ہے اور آخر میں یہ سارا پانی دریائے سندھ میں جا شامل ہوتا ہے۔

دریائے جہلم: دریائے جہلم، کشمیر کی وادی سے گزُر کر صوبہ پنجاب کی سرحد کے ساتھ بہتا ہوا، منگلا کے قریب میدانی علاقے میں داخل ہوتا ہے۔ یہ دریا کچھ دُور کوہِ نمک کے مشرقی جانب بہتا ہے اور پھر اِس کا رُخ جنوب کی طرف ہو جاتا ہے۔ ضلع جھنگ میں تریموں کے نزدیک یہ دریا، دریائے چناب سے جا مِلتا ہے۔ دریائے جہلم کی کُل لمبائی قریباً 725 کلومیٹر ہے۔

سبق: 2

صُوبہ پنجاب کی تاریخ

تیسری جماعت میں یہ بات بتائی جا چکی ہے کہ ہمارے مُلک میں مُسلمانوں کی آمد سے پہلے زیادہ تر ہندُو آباد تھے۔ ہندُو خُدا کو ایک نہیں مانتے، اُن کے مندروں میں بہُت سے بُت پڑے ہوتے ہیں جن کی وُہ پُوجا کرتے ہیں، اُنھیں سجدہ کرتے ہیں اور اُنھیں سے دُعائیں مانگتے ہیں۔

جب مُسلمان اِس علاقے میں آئے تو ہندُوؤں نے مُسلمانوں کے ساتھ جنگیں کیں۔ اِن جنگوں میں ہندو راجاؤں کو شکست ہوئی۔ مُسلمانوں نے یہاں آکر اِس علاقے کے لوگوں سے بہُت اچھّا سلوک کیا۔ ہر ایک کے جان و مال کی حفاظت کی۔ لوگوں کو بتایا کہ اللہ ایک ہے، اُس کے سامنے ہر ایک برابر ہے۔ جو لوگ اچھّا کام کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن سے خُوش ہوتا ہے۔ یہاں کے رہنے والوں نے اِسلام کی تعلیم سے متاثّر ہو کر مُسلمان ہونا شروع کر دیا۔ جو لوگ مُسلمان ہو جاتے، وُہ آپس میں بھائی بھائی بن جاتے۔ مُسلمان حُکمرانوں نے غیر مُسلموں کو مکمّل مذہبی آزادی دے رکھّی تھی، اِس کے باوجود ہندُو، مُسلمانوں کو اچھّا نہیں جانتے تھے۔

جب انگریزوں نے اِس علاقے پر حملہ کیا تو ہندُوؤں نے مُسلمانوں کے خلاف انگریزوں کا ساتھ دیا، اِس طرح انگریزوں نے اِن تمام علاقوں کو فتح کر لیا۔ ہندوؤں نے انگریزوں کی شہ پر مُسلمانوں کو مزید پریشان کرنا شروع کر دیا۔

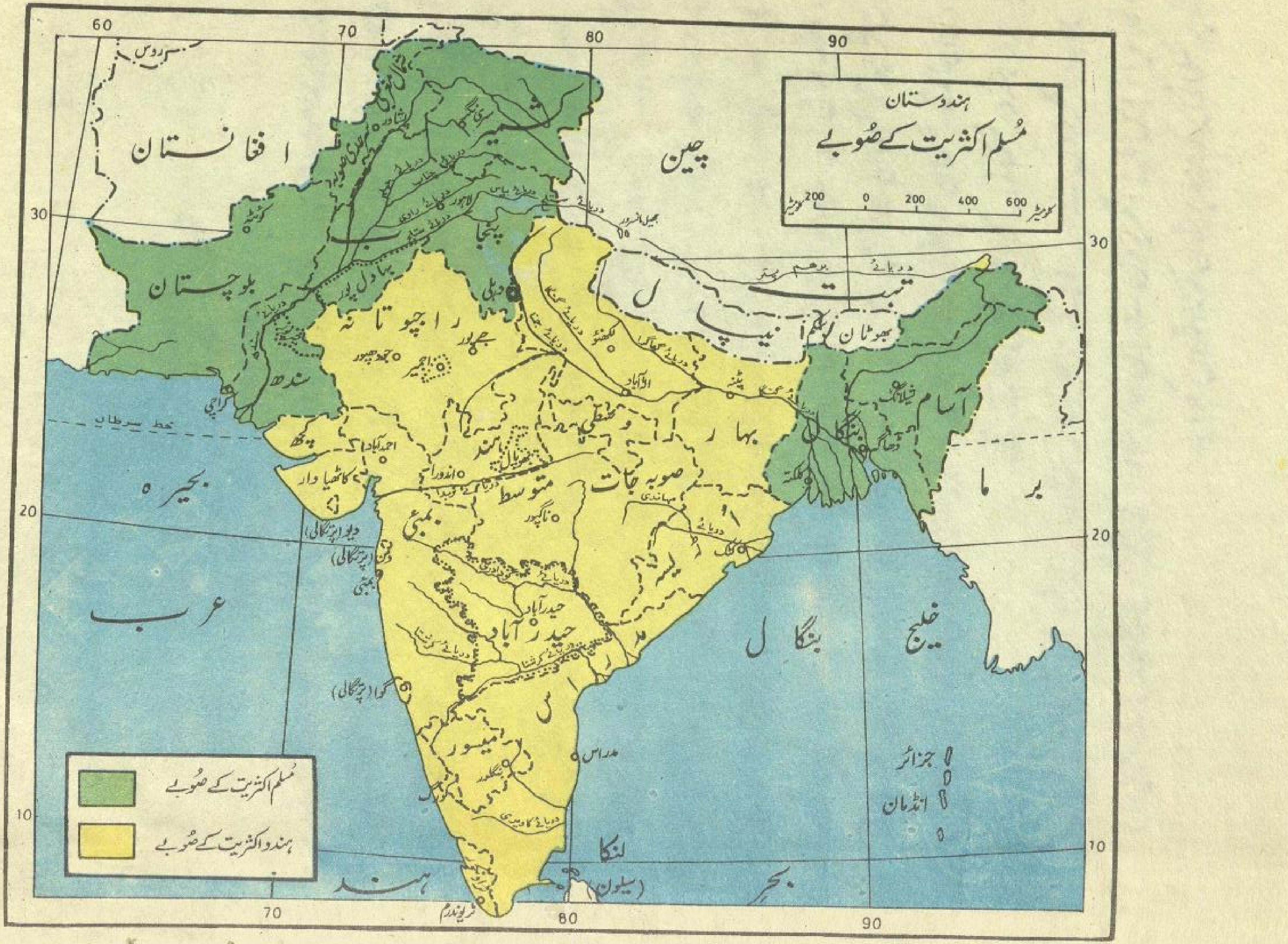

ہندوستان
مُسلم اکثریت کے صُوبے
200 0 200 400 600 کلومیٹر
مُسلم اکثریت کے صُوبے
ہندو اکثریت کے صُوبے
افغانستان
بلوچستان
سندھ
پنجاب
کشمیر
چین
تبت
نیپال
بھوٹان
آسام
بنگال
برما
راجپوتانہ
بہار
صوبہ جات متوسط
حیدر آباد
میسور
بمبئی
مدراس
لنکا (سیلون)
بحیرہ عرب
خلیج بنگال
بحر ہند
جزائر انڈمان
خط سرطان
روس

برِّصغیر پاکستان و بھارت میں ہندوؤں کی آبادی زیادہ تھی۔ ہندو چاہتے تھے کہ جب برِّصغیر آزاد ہو تو حکومت اُن کے ہاتھ آجائے۔ انگریز بھی اُن کی ہاں میں ہاں ملاتے تھے، لیکن مُسلمانوں کو یہ فیصلہ منظور نہ تھا۔ مُسلمانوں کے رہنما قائدِ اعظم محمّد علی جناحؒ نے کہا کہ جن علاقوں میں مُسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے، وہاں مُسلمانوں کی حکومت قائم ہو تاکہ مُسلمان قرآن و سُنّت کے مطابق اپنی زندگی گزار سکیں اور اِس طرح جو نیا مُلک بنے، اُس کا نام پاکستان رکھّا جائے۔

قرار دادِ پاکستان: مُسلمانوں کے ایک اور رہنما علاّمہ اقبالؒ تھے۔ علاّمہ اقبالؒ اور قائدِ اعظمؒ کی اِس تجویز کو برِّصغیر کے مُسلمانوں کی اکثریّت کی حمایت حاصل تھی۔ ہمارے صُوبے کے مُسلمانوں نے بھی اِس مطالبے کی پُر زور حمایت کی۔

اُس وقت مُسلمانوں کی سب سے بڑی سیاسی جماعت مُسلم لیگ تھی۔ قائدِ اعظمؒ اِس سیاسی جماعت کے صدر تھے۔ قائدِ اعظمؒ کی تجویز پر 23 مارچ 1940ء کو لاہور میں ایک بہُت بڑا جلسہ ہُوا جس میں برِّصغیر کے مُسلمان لیڈروں نے شرکت کی۔ یہ جلسہ اُس جگہ ہُوا جہاں آج کل اقبال پارک ہے۔ اِس جلسے کی صدارت قائدِ اعظم محمّد علی جناحؒ نے کی۔ اِس جلسے میں ایک قرار داد منظور کی گئی جس میں مطالبہ کیا گیا کہ برِّصغیر کے جن علاقوں میں مُسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے، وہاں مُسلمانوں کی حکومت قائم کی جائے۔ بعد میں اِس مُلک کا نام پاکستان رکھّا گیا۔

سامنے صفحے پر دیے ہُوئے نقشے کو دیکھنے سے پتا چلتا ہے کہ مُسلمان اکثریّت کے علاقے برِّصغیر کے شمال مغربی اور شمال مشرقی حصّے میں واقع ہیں۔ شمال مغربی حصّے میں ریاست جمّوں و کشمیر، صُوبہ پنجاب، صُوبہ سرحد، قبائلی علاقے، صُوبہ سندھ اور صُوبہ بلوچستان

واقع ہیں ، شمال مشرقی حصّے میں صُوبہ بنگال اور صُوبہ آسام واقع ہیں۔

اِس قرار داد کی یاد ہر سال منائی جاتی ہے۔ جس جگہ جلسہ ہُوا تھا، وہاں ایک بلند مینار تعمیر کیا گیا ہے جسے "مینارِ پاکستان" کہتے ہیں۔ اِس کے گرد ایک سیرگاہ بھی بنا دی گئی ہے۔ اُس دن کی یاد منانے کے لیے ہر سال 23 مارچ کو مُلک میں عام چھٹّی ہوتی ہے۔ جگہ جگہ عام جلسے کیے جاتے ہیں جن میں قائدِ اعظمؒ کی کوششوں کو سراہا جاتا ہے۔ پاکستان کی سلامتی اور ترقّی کے لیے خصُوصی دُعائیں مانگی جاتی ہیں۔ دن کو فوجی پریڈ ہوتی ہے اور رات کو عمارتوں پر چراغاں کیا جاتا ہے۔

پاکستان حاصل کرنے کے لیے کوششیں : قرار دادِ پاکستان کو مُسلمانوں نے دل و جان سے قبول کیا۔ قائدِ اعظمؒ کو پنجاب کے مُسلمانوں سے بہُت محبّت تھی۔ وہ پنجاب کو ہمیشہ پاکستان کا دِل کہا کرتے تھے۔ ملک کے باقی صُوبوں کی طرح پنجاب کے مُسلمانوں نے بھی آپ کا پُورا پُورا ساتھ دیا اور ہر قسم کی قُربانی دی۔

پاکستان کے حصول کی کوششوں میں طلبہ کا حِصّہ : پنجاب کے سکولوں اور کالجوں کے طلبہ نے پاکستان کو حاصل کرنے کے لیے دن رات ایک کر دیے۔ طلبہ مُلک کے کونے کونے میں پھیل گئے اور اُنھوں نے لوگوں کو پاکستان کے حصُول کی خاطر ہر ممکن قُربانی دینے کے لیے تیار کیا۔

1945-46ء میں برّصغیر میں عام انتخابات کرائے گئے۔ اِن اِنتخابات میں مُسلم لیگ کو بے پناہ کامیابی حاصل ہوئی۔ اِن انتخابات میں مُسلم لیگ کے منشُور میں یہ مطالبہ شامل تھا کہ مُسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ وطن ہو۔ چنانچہ مُسلم لیگ اور مُسلمانوں کی کامیابی سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ برّصغیر کے قریباً تمام مُسلمان پاکستان کے قیام کے حق میں

ہیں نیز یہ کہ مُسلم لیگ مُسلمانوں کی واحد نمایندہ سیاسی جماعت ہے۔ آخر قائدِ اعظمؒ کی کوششوں سے انگریز برِّصغیر کو آزاد کرنے پر مجبور ہو گئے اور انگریزوں نے پاکستان بنانا بھی منظور کر لیا۔

مہاجرین کی پنجاب میں آمد: جس وقت پاکستان بنا تو بھارت میں رہنے والے مُسلمان پاکستان میں آنا شروع ہو گئے اور پاکستان میں رہنے والے ہندو اور سکھ بھارت میں جانے لگے۔ مُسلمانوں نے ہندُوؤں اور سِکھّوں کے پاکستان سے جاتے وقت کوئی رکاوٹ کھڑی نہ کی بلکہ اُنھیں سہُولتیں بھی فراہم کیں۔ لیکن بھارت کے ہندُوؤں اور سِکھّوں نے مُسلمانوں پر بہُت ظلُم کیے۔ اُنھوں نے بچّوں، بُوڑھوں، جوانوں، مردوں اور عورتوں کو بے دردی سے قتل کیا اور اُن کا سارا سامان لُوٹ لیا۔ پنجاب کے مُسلمانوں کو اِس بات کا بہُت دُکھ ہوُا، اِس لیے جو مہاجرین سرحد پار کر کے پنجاب میں آتے، اُن کی خُوب خدمت کی جاتی۔ لوگ اچھّے اچھّے کھانے پکا کر اُن کے لیے لے جاتے اور اُنھیں کھلاتے، اُنھیں پہننے کے لیے کپڑے دیتے، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتے، اُنھیں بیماریوں سے بچانے کے لیے ٹیکے لگاتے اور ہر قسم کی دُوسری سہُولتیں پہنچانے کی بھی کوشش کرتے۔ پاکستان کے دُوسرے صُوبوں میں بھی مہاجرین سے اِسی طرح کا اچھّا سلوک کیا گیا۔ حکومتِ پنجاب نے مہاجرین کو دوبارہ آباد کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔ ہندُوؤں نے جاتے وقت جو مکان اور زمینیں خالی کی تھیں، وہ مہاجرین کو دے دی گئیں۔ اب تمام مہاجرین آباد ہو چکے ہیں اور پاکستان کی ترقّی میں ہنسی خوشی حصّہ لے رہے ہیں۔

پنجاب کے لوگ: پنجاب کے لوگ بہُت محنتی اور بہادر ہیں، وہ پاکستان سے بے حد محبّت کرتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے پیارے وطن کی حفاظت کے لیے فوج میں بھرتی ہونے

پر فخر محسوس کرتے ہیں اور ضرورت پڑنے پر وطن کی خاطر قربانی دینے کو تیار رہتے ہیں۔

پاکستان کے قیام کے چند ہی مہینے بعد ریاست جمّوں و کشمیر کے ہندو راجا نے ریاست کو بھارت میں شامل کر دیا، حالانکہ ریاست جمّوں و کشمیر میں زیادہ آبادی مُسلمانوں کی ہے۔ وہاں کے مُسلمان، پاکستان میں شامل ہونا چاہتے تھے۔ جب اُنھیں پتا چلا کہ اُنھیں بھارت میں شامل کر دیا گیا ہے تو اُنھوں نے ہندو راجا اور اُس کی ڈوگرہ فوج سے آزادی حاصل کرنے کے لیے جنگ شروع کر دی۔ پاکستان کے مجاہدین اُن کی اِمداد کے لیے فوراً ریاست میں داخل ہو گئے اور بہت سے علاقے آزاد کروا لیے۔ بعد میں اقوامِ متحدہ کے کہنے پر جنگ ختم ہو گئی اور جو عِلاقے آزاد ہوئے تھے، وہاں آزاد جمّوں و کشمیر کی حکومت قائم ہوئی۔

بھارت، پاکستان کا ہمیشہ سے مخالف رہا ہے۔ جب کبھی اُسے موقع مِلتا ہے پاکستان کو نُقصان پہنچانے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ ستمبر 1965ء میں بھی بھارت نے بغیر جنگ کا اِعلان کیے، لاہور کی سرحد پر حملہ کر دیا، لیکن پاکستان کی فوج نے اِس حملے کا مُنہ توڑ جواب دیا۔ پاکستان کے لوگوں میں اس وقت بہت جوش تھا۔ سرحدی علاقے میں رہنے والے لوگ بالکل نہ گھبرائے۔ لاہور، سیالکوٹ اور قصُور میں رہنے والے لوگوں نے بڑی بہادری کا ثبوت دیا۔ ہمارے فوجیوں نے بھارت کے کئی عِلاقے بھی فتح کر لیے۔ اِس جنگ میں میجر عزیز بھٹی نے جو ضلع گجرات کے رہنے والے تھے اپنے دُوسرے فوجیوں کے ساتھ پوری بہادری سے مقابلہ کیا۔ اِس مقابلے میں اُنھوں نے شہادت پائی، لیکن دُشمن کو آگے نہ بڑھنے دیا۔ 1965ء

کی جنگ کے دوران میں سکولوں اور کالجوں کے طلبہ و طالبات میں بہت جوش تھا۔ وہ فوجیوں کے لیے بہت سی چیزیں جمع کر کے اُنھیں پہنچاتے۔ اُنھوں نے زخمی فوجیوں کے لیے خود بھی خُون دیا اور دُوسرے لوگوں کو بھی خُون دینے پر آمادہ کیا تاکہ اُن کا علاج کیا جا سکے۔ ہوائی حملے کے وقت بھی طلبہ نے ہر قسم کی خدمت کی۔ بھارت، پاکستانیوں کی بہادری سے ڈر کر صُلح کرنے پر مجبور ہو گیا۔

پنجاب کے لوگ نہ صرف پاکستان کی سرحدوں کی حفاظت کے لیے دن رات تیار رہتے ہیں، بلکہ زراعت، صنعت اور تجارت کے میدانوں میں بھی مُلک کی خدمت کے لیے کوشش کرتے رہتے ہیں۔

زراعت میں ترقی — پنجاب اناج کا گھر ہے:۔ پاکستان بننے سے پہلے بھی صُوبہ پنجاب برِصغیر کے اکثر علاقوں کو گندم مہیّا کرتا تھا۔ اب بھی یہ صُوبہ گندم کی پیداوار کے لیے بہت مشہُور ہے، لیکن ہمارے ہاں آبادی بہت زیادہ بڑھ جانے کی وجہ سے اب ضرورت اِس بات کی ہے کہ پہلے سے زیادہ اناج پیدا کیا جائے۔

پنجاب کے دریا سارا سال بہتے ہیں۔ اِن دریاؤں سے نہریں نکالی گئی ہیں جن کی بدولت فصلیں کاشت ہوتی ہیں۔ 1960ء میں حکومتِ پاکستان اور حکومتِ بھارت کے درمیان پانی کا ایک معاہدہ ہُوا جس کی رُو سے دریائے چناب، دریائے جہلم اور دریائے سندھ کا پانی پاکستان کے حصّے میں آیا جب کہ دریائے بیاس، دریائے ستلج اور دریائے راوی کے پانی کے استعمال کا حق بھارت کو دے دیا گیا۔ اس کی وجہ سے کاشت کاری کے لیے پانی نسبتاً کم مقدار میں ملنے لگا۔ اِس مُشکل پر قابُو

پانی کے لیے منگلا کے مقام پر بند باندھا گیا ہے اور رابطہ نہروں کے ذریعے دریائے راوی اور دریائے ستلج کی نہروں میں پانی ڈالا جاتا ہے تاکہ ہم اچھی فصلیں حاصل کر سکیں۔

پانی کی کمی کو پورا کرنے کے لیے بہت سے ٹیوب ویل لگائے جا رہے ہیں۔ ٹیوب ویلوں کو چلانے کے لیے منگلا بند سے بجلی پیدا کی گئی ہے۔

فیصل آباد میں زرعی یونیورسٹی اور زرعی ترقیاتی مرکز قائم کیے گئے ہیں تاکہ وہ تجربات کریں اور ایسے بیج تلاش کریں جن سے زیادہ پیداوار حاصل ہو سکے۔ اس طرح اجناس کی پیداوار میں ہر سال اضافہ ہو رہا ہے۔

ہماری حکومت نے وقتاً فوقتاً زرعی اصلاحات کی ہیں۔ ان اصلاحات کی رُو سے حکومت نے بڑے بڑے زمینداروں سے زمینیں لے کر چھوٹے کاشت کاروں کو دے دی ہیں تاکہ وہ زیادہ محنت کریں اور زیادہ پیداوار حاصل کر کے مُلک کو خوراک کے معاملے میں خود کفیل بنانے میں مدد کریں۔

حکومت کسانوں کو اُن کی ضروریات کے مطابق زرعی قرضے بھی دیتی ہے تاکہ وہ بیج بونے کے وقت اچھے بیج خرید سکیں، کھاد حاصل کر سکیں اور ٹریکٹر خرید لیں یا اُنھیں کرائے پر حاصل کر سکیں۔

صنعتی ترقی:۔ جب پاکستان بنا تو پنجاب میں بہت ہی کم کارخانے تھے۔ اُس وقت برِصغیر میں زیادہ تر کارخانوں کے مالک ہندو تھے۔ ہندوؤں نے جان بوجھ کر کارخانے اُنھیں علاقوں میں لگائے تھے جہاں زیادہ تر ہندو بستے تھے۔ قیامِ پاکستان کے فوراً بعد پنجاب کے صنعت کاروں نے بہت محنت کی اور تھوڑے عرصے میں بہت

سے کارخانے لگا لیے ہیں۔ حکومت بھی کارخانے لگانے والوں کی مدد کرتی ہے۔ اُنھیں صنعتی قرضے دینے کے علاوہ، دُوسرے ممالک سے مشینری بھی منگوا کر دیتی ہے۔ اب پنجاب میں سُوتی کپڑا، سیمنٹ، کھانڈ، بناسپتی گھی اور کھاد بنانے کے بہت سے کارخانے کام کر رہے ہیں۔ اِن کارخانوں کا بنا ہُوا مال جو ہماری ضروریات سے بچ جاتا ہے، ہم دُوسرے مُلکوں کے ہاتھ بیچ کر بہت سا زرِ مبادلہ کماتے ہیں، اِس سے ہم دوسرے ممالک سے مشینری وغیرہ خریدتے ہیں۔

تعلیمی ترقّی:۔ جس وقت پاکستان بنا تو پنجاب میں صرف ایک یونیورسٹی اور چند ایک کالج تھے۔ انگریز جان بُوجھ کر پنجاب کے مُسلمانوں کو تعلیم سے محروم رکھنا چاہتے تھے تاکہ یہ لوگ فوج میں سپاہی بھرتی ہونے کے علاوہ اور کسی طرف توجّہ نہ دے سکیں۔

ہماری صُوبائی حکومت نے تعلیمی ترقّی کے لیے بہت کوشش کی ہے۔ تعلیم کے میدان میں دن دُگنی اور رات چوگنی ترقّی ہو رہی ہے۔

حکومت نے وُہ سارے سکول اور کالج جو نجی ملکیّت میں تھے اُنھیں اپنی نگرانی میں لے لیا ہے تاکہ تمام سکولوں اور کالجوں کی حالت بہتر ہو جائے۔ اب حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ کالجوں کی تعداد اتنی زیادہ کر دی جائے کہ ہر تحصیل میں کم از کم ایک انٹرمیڈیٹ کالج ضرور ہو۔ قیامِ پاکستان کے وقت پنجاب میں صرف ایک یونیورسٹی تھی لیکن اب پنجاب میں پانچ یونیورسٹیاں ہیں۔ 1۔ پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔ 2۔ بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان 3۔ اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور 4۔ زرعی یونیورسٹی فیصل آباد 5۔ یونیورسٹی آف انجنیئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور۔ سکولوں کی تعداد میں کئی گُنا اضافہ ہو گیا ہے۔ اب قریباً ہر دیہات میں پرائمری سکول قائم ہو گیا ہے۔ اس کے

ساتھ ساتھ مساجد میں بھی پرائمری سکول کھولنے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔

حکومت نے تعلیم عام کرنے کی غرض سے دسویں جماعت تک کے تمام طلبہ کی فیس معاف کر دی ہے۔ سکولوں میں نیا نصاب رائج کیا گیا ہے اور اچھّی اچھّی کتابیں طلبہ کو مہیّا کی گئی ہیں۔ غریب والدین کے بچّوں کو یونیورسٹی کی تعلیم تک وظیفے دیے جاتے ہیں۔

عنوان: صحت کی سہولتوں میں ترقی

پنجاب میں اب ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں کی تعداد میں بھی بہت اضافہ ہوگیا ہے۔ حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ دیہات کے ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں میں اب مرد ڈاکٹر کے علاوہ لیڈی ڈاکٹر بھی ہُوا کرے گی۔ سرکاری ہسپتالوں میں مریضوں کو مُفت دوائیں مہیّا کرنے کا بھی انتظام ہے۔

اِس طرح ہمارے صُوبے کی حکومت عوام کی بہتری کے لیے بہت کام کر رہی ہے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ ہم حکومت کا ہاتھ بٹائیں اور صُوبے کی ترقّی میں حصّہ لیں۔

سبق: 3

آبادی اور پیشے

1981ء کی مردم شماری کے مطابق پنجاب کی کُل آبادی قریباً چار کروڑ اِکہتر لاکھ ہے۔ کُل آبادی میں بچّے، جوان، بُوڑھے سب شامل ہیں۔ مردم شماری کے اُصول کے مُطابق پندرہ سال سے کم عمر والے کو "بچہ" کہتے ہیں۔ پندرہ سے ساٹھ سال کی عمر والے "جوان" اور ساٹھ سال سے زیادہ عمر والے لوگوں کو "بُوڑھوں" میں گِنا جاتا ہے۔ بڑے اور جوان لوگ کام کرتے اور کماتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنے بچّوں کی پرورش کرتے ہیں اور گھر کے بُوڑھے لوگوں کی ذمّہ داری اُٹھاتے ہیں۔

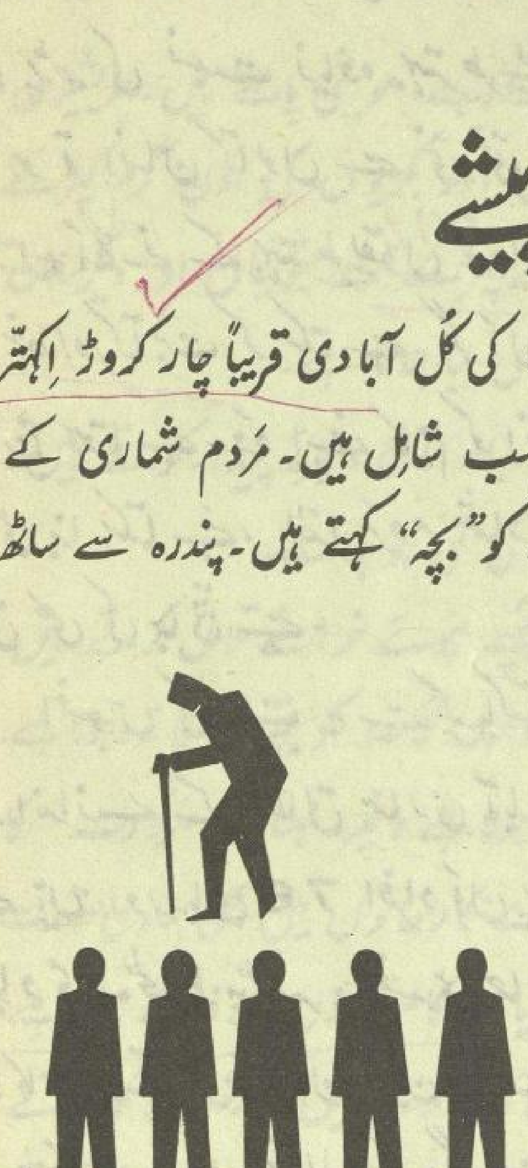

اِسی لیے صُوبے کی ترقّی میں بچّوں اور بُوڑھوں کے مقابلے میں کام کرنے والے جوان لوگوں کا زیادہ حِصّہ ہے۔ ہمارے صُوبے میں اندازاً ہر سو افراد میں سے کام کرنے والے جوان قریباً چوالیس، بچّے قریباً اڑتالیس اور بُوڑھوں کی تعداد قریباً آٹھ ہے۔

آبادی بلحاظ خواندگی: خواندہ یعنی پڑھا لکھا شخص ایک ناخواندہ یعنی اَن پڑھ کی نسبت زیادہ بہتر طریقے سے کام انجام دے سکتا ہے۔ پڑھنا لکھنا آتا ہو تو اِنسان کتابوں سے نئی نئی باتیں سیکھ سکتا ہے، بیجوں کی قسموں اور فصلیں اُگانے کے بہتر طریقوں کو جان سکتا ہے اور اپنے کام کے متعلق ہر طرح کی خط و کتابت کر سکتا ہے۔ مگر اَن پڑھ آدمی اِن باتوں کے لیے دُوسروں کا محتاج ہوتا ہے۔ وُہ اپنے کام کو اِتنا بہتر نہیں بنا سکتا، جتنا ایک پڑھا لکھا آدمی بنا سکتا ہے، لہٰذا مَردم شماری کے وقت آبادی میں خواندہ لوگوں کی گنتی بھی کی جاتی ہے۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ پاکستان میں پڑھے لکھے لوگ بہت کم ہیں۔ مَردم شماری کے اندازے کے مُطابق ہماری آبادی میں 100 میں سے قریباً 24 افراد پڑھے لکھے ہیں اور باقی 76 افراد اَن پڑھ ہیں۔

آبادی بلحاظِ پیشہ: تیسری جماعت میں ہم نے پڑھا تھا کہ لوگ مختلف قسم کے کام کرتے ہیں۔ کسان زمین کاشت کر کے فصلیں اُگاتے ہیں، انجنیئر اور مِلوں کے مزدُور روزانہ استعمال کی دیگر چیزیں تیّار کرتے ہیں، اِسی طرح اُستاد محنت سے ہمیں تعلیم دیتے ہیں اور ڈاکٹر بیماریوں کا عِلاج کرتے ہیں، یہ سب اُن کے پیشے ہیں۔ مُلک کی ترقّی کے لیے ہر قِسم کا کام کرنے والے لوگوں کی ضرُورت ہوتی ہے۔ اگر ہمیں ہر پیشہ کے لوگوں کی گنتی معلوم ہو جائے تو جس پیشے میں کم افراد ہوں، ضرُورت کے مُطابق مزید لوگوں کو اُس پیشے کا شوق دلایا جا سکتا ہے اور اُن کی تربیّت کا اِنتظام کیا جا سکتا ہے۔ ہمیں اپنے صُوبے کی ترقّی کے لیے بہُت سی

قسم کے کام کرنے والوں کی ضرورت ہے۔

چرواہے، کاشت کار اور کان کن: چرواہے، مویشی پالتے ہیں۔ مویشیوں سے ہمیں دودھ، گھی اور مکھن ملتا ہے۔ بھیڑوں اور بکریوں کی اون گرم کپڑے بنانے کے کام آتی ہے اور بعض جانوروں کے چمڑے سے جوتیاں اور دیگر سامان بنتا ہے۔ کچھ جانوروں سے بوجھ اُٹھانے کا کام بھی لیا جاتا ہے۔

کاشت کار، فصلیں اُگاتے ہیں اور ہمارے لیے اناج وغیرہ پیدا کرتے ہیں۔ کسان اگر محنت نہ کریں تو ہمارے ہاں خوراک کی کمی ہو جائے۔

کان کن، کانیں کھود کر زمین کے نیچے سے چھپے ہوئے خزانے تلاش کرتے ہیں مثلاً لوہا، کوئلہ، نمک وغیرہ۔ اِن دھاتوں کی بدولت مُلک کو بہت فائدہ ہوتا ہے۔

دست کار و انجینئر: بڑھئی، لوہار، کمہار، جولاہے وغیرہ ہماری ضرورت کا سامان تیار کرتے ہیں۔ اِس کے علاوہ بڑے بڑے کارخانوں میں بھی ہماری ضرورت کی چیزیں تیار کی جاتی ہیں۔ اِن کارخانوں میں زیادہ کام مشینوں کے ذریعے ہوتا ہے اِن مشینوں پر کاریگر، انجینئروں کی نگرانی میں کام کرتے ہیں۔ کارخانوں کو چلانے کے لیے مزدور بھی دن رات محنت کرتے ہیں اور اِس طرح ہمیں ہر چیز آسانی سے مِل جاتی ہے۔

انسان کو سہولتیں پہنچانے والے لوگ: چند لوگ ایسے ہیں جو باقی کارکنوں کی بہتری کے لیے کام کرتے ہیں، مثلاً اُستاد، ڈاکٹر، نرس، وکیل، تاجر، بینک کار، دفتری مُلازم، سپاہی اور فوجی وغیرہ۔

اُستاد ہمیں پڑھنا لکھنا سکھاتے ہیں۔ ڈاکٹر اور نرس ہماری صحت کا خیال

رکھتے ہیں اور بیماریوں کا علاج کرتے ہیں۔ پولیس والے ہمیں چور اچکّوں سے بچاتے ہیں اور امن و امان قائم کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ فوج کے سپاہی مُلک کی حفاظت کرتے ہیں۔

تاجر لوگ، سامان کا لین دین کرتے ہیں۔ دیہات سے فصلیں شہروں کو لاتے ہیں اور شہروں میں تیّار ہونے والا سامان لاکر گاؤں میں بیچتے ہیں۔ بینک میں کام کرنے والے بچت کا پیسہ اکٹّھا کرتے ہیں اور مختلف کاموں کے لیے قرض دیتے ہیں۔ دفتری ملازم الگ الگ محکموں کے دفتروں میں اپنا اپنا فرض سرانجام دیتے ہیں۔

غرض، ہماری خُوش حالی کا انحصار اپنی محنت اور آپس کے لین دین پر ہے۔ جوان خُود کماتے ہیں اور بچّوں، بُوڑھوں کی ذمّہ داری اُٹھاتے ہیں۔ پڑھے لکھے لوگ زیادہ اور بہتر کام کر سکتے ہیں اور اِس طرح وہ زیادہ کما سکتے ہیں۔

کِسان ہو یا مزدُور، تاجر ہو یا ڈاکٹر ہر کسی کو محنت کا پھَل مِلتا ہے۔ اِس طرح ہم اپنی محنت سے اپنے مُلک کے قدرتی وسائل کو زیادہ بہتر طریقے سے استعمال کر سکتے ہیں اور لوگوں کی زندگی بہتر بنانے میں حصّہ لے سکتے ہیں۔

ہمارے مُلک میں زیادہ تر لوگوں کا پیشہ زراعت ہے۔ کام کرنے والے 100 لوگوں میں سے قریباً 65 کِسان ہیں اور 20 کاریگر۔ باقی پندرہ اِنسان کو سہُولتیں پہنچانے والے کام کرتے ہیں۔ اِس کا مطلب یہ ہوُا کہ ہمارے ہاں عام

ضرورت اور استعمال کا سامان بنانے والے کاریگر کم ہیں۔

اُستاد، ڈاکٹر، نرس، تاجر وغیرہ بھی ضرورت سے کم ہیں۔ اسی وجہ سے ہمارے لوگوں کو تعلیم اور صحت کی کم سہولتیں میسّر ہیں۔ اب حکومت کوشش کر رہی ہے کہ لوگوں کو یہ پیشے اختیار کرنے کی ہر ممکن سہولت دی جائے۔

سبق: 4

آب و ہوا

صُوبہ پنجاب میں مئی اور جُون کے مہینوں میں بلا کی گرمی پڑتی ہے۔ بعض مقامات پر دن کے وقت درجۂ حرارت 43 درجے سینٹی گریڈ تک پہنچ جاتا ہے۔ دُھوپ اِتنی تیز ہوتی ہے کہ کپڑے دھو کر باہر ڈالیں تو پَل بھر میں خُشک ہو جاتے ہیں۔

آپ سوچتے ہوں گے کہ کپڑے خُشک کیوں کر ہو جاتے ہیں۔ بھئی! کپڑوں کا یہ پانی سُورج کی گرمی سے بُخارات بن کر ہَوا میں مِل جاتا ہے۔ جس طرح پکتی ہوئی ہنڈیا میں سے بھاپ اُوپر کو اُٹھتی ہے، اُسی طرح یہ بُخارات بھی اُوپر ہی کو اُٹھتے ہیں۔

درخت اور گھاس بھی سُورج کی گرمی سے نہیں بچ پاتے۔ یہی وجہ ہے کہ موسمِ گرما میں ہم پودوں کو زیادہ پانی دیتے رہتے ہیں۔ جب سُورج کی شعاعیں سمندر، تالاب یا جھیل پر پڑتی ہیں تو بہُت زیادہ بُخارات اُٹھتے ہیں، جو ہَوا میں مِلتے جُلتے ہیں۔ جب یہ بُخارات اُوپر جا کر آپس میں مِل جاتے ہیں تو ہمیں بادلوں کی صُورت میں نظر آنے لگتے ہیں اور جب بُخارات والی یہ ہَوا اُوپر جا کر ٹھنڈی ہو جاتی ہے تو بارش برسنے لگتی ہے۔

ہاں بھئی! اب پتا چلا کہ اِس صُوبے میں جولائی اور اگست کے مہینوں میں

بارش کیوں ہوتی ہے۔ مئی اور جون کے مہینوں میں خوب بُخارات اُٹھتے ہیں اور جب ہَوا میں بہت زیادہ بُخارات جمع ہو جاتے ہیں تو جولائی اور اگست میں بارشیں شروع ہو جاتی ہیں۔

ہم نے پڑھا ہے کہ اکتوبر اور نومبر کے مہینوں میں نہ زیادہ گرمی ہوتی ہے، نہ سردی، لیکن دسمبر اور جنوری میں تو بلا کی سردی پڑتی ہے۔ اِس موسم میں اگر صُبح سویرے سیر کرنے باہر نکلیں تو ہمیں گھاس پر پانی کے ننّھے ننّھے قطرے نظر آتے ہیں۔ یہ بُخارات ہی تو ہیں جو سردی کی وجہ سے پانی کے قطرے بن کر گھاس پر جم گئے ہیں۔ اِن ننّھے ننّھے قطروں کو شبنم کہتے ہیں۔ کبھی کبھی تو اِتنی زیادہ سردی پڑتی ہے کہ شبنم کے یہ قطرے برف کی مانند جم جاتے ہیں، اِسے ہم کہُر کہتے ہیں۔ جُوں جُوں سُورج اُونچا ہوتا جاتا ہے، شبنم کے یہ قطرے پھر بُخارات بن کر ہَوا میں مِل جاتے ہیں۔

ہَوا: پانی کی طرح ہَوا بھی اللہ تعالٰی کی دی ہوئی خاص نِعمت ہے۔ کوئی بھی جاندار پَل بھر بھی ہَوا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ ہَوا میں کئی ایک گیسیں مِلی ہوئی ہیں۔ اِن میں ایک گیس، آکسیجن ہے۔ آکسیجن نہ ہوتی تو ہم سانس نہ لے سکتے اور نہ آگ ہی جلا سکتے۔ دُوسری ضروری گیس، نائٹروجن ہے۔ جس طرح جاندار، آکسیجن کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے، اِسی طرح پودے، نائٹروجن کے بغیر ہرے بھرے نہیں رہ سکتے۔ اِن گیسوں کے علاوہ پانی کے بُخارات، سُورج کی گرمی کی وجہ سے ہَوا میں شامل ہوتے ہی رہتے ہیں۔ جب تیز ہَوا چلتی ہے تو مٹّی کے باریک ذرّے بھی ہَوا میں مِلتے جاتے ہیں۔ اِس طرح ہَوا

میں بہُت سی چیزیں مِلی ہوتی ہیں۔

ہَوا ہر وقت چلتی رہتی ہے، لیکن جولائی اور اگست کے مہینوں میں کئی دن تو ایسے آتے ہیں کہ ہَوا چلتی معلوم نہیں ہوتی۔ دِل بہُت گھبراتا ہے، لیکن اِنھیں دنوں جب ٹھنڈی ہَوا چلنا شروع ہوجاتی ہے تو جی خُوش ہوجاتا ہے۔ ہم سیر کرنے باغوں میں نِکل جاتے ہیں۔ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ہَوا میں پرندے بھی بہُت خُوش ہوتے ہیں، ہَوا میں قلابازیاں کھاتے ہیں اور خُوب ٹیں ٹیں کرتے ہیں، لیکن جب کبھی ہَوا بہُت تیز چلنا شروع ہوجاتی ہے تو پرندے گھونسلوں میں جا چھُپتے ہیں۔ اگر آندھی چل پڑے تو ہم بھی گھروں کی راہ لیتے ہیں۔ کبھی کبھی تو آندھی اِس زور سے چلتی ہے کہ درخت تک گِر جاتے ہیں اور بڑا نُقصان ہوتا ہے۔

ہاں بھئی! ہر چیز کی نہ کمی اچھّی ہوتی ہے، نہ زیادتی۔ بارش کم ہو تو ہماری فصلیں اچھّی نہیں ہوتیں، اگر بارشیں بہُت زیادہ ہوں تو سیلاب آجاتے ہیں اور بہُت نُقصان ہوتا ہے۔ نہ زیادہ گرمی میں دِل خُوش رہتا ہے اور نہ زیادہ سردی ہی برداشت ہوتی ہے۔

ہم نے پڑھا کہ مئی اور جُون کے مہینوں میں خُوب گرمی پڑتی ہے۔ اِس صُوبے کے اکثر عِلاقوں میں دن کے وقت درجۂ حرارت 39 درجے سینٹی گریڈ سے بڑھ جاتا ہے۔ دن کے وقت گرم ہَوا چلتی ہے، دوپہر کو کام کرنا مُشکل ہوجاتا ہے، اِنھیں دِنوں سمندر سے خُوب بُخارات اُٹھتے ہیں۔ ہم نے اِس کتاب کے شروع ہی میں پاکستان کا نقشہ دیکھا ہے۔ ہمارے صُوبے کے جنوب میں صُوبہ سندھ

اور جنوب مغرب میں صوبہ بلوچستان ہے۔ اِن صوبوں کے جنوب میں سمندر ہے جسے بحیرۂ عرب کہتے ہیں۔ اِس سمندر سے پانی کے بُخارات اُٹھتے ہیں جو ہمارے صوبے کی طرف آنے والی ہواؤں میں مِل جاتے ہیں۔ جولائی اور اگست کے مہینوں میں یہ بُخارات والی ہوائیں بارش برساتی ہیں۔ اِس ہوا کو موسمِ گرما کی مون سون ہوا کہتے ہیں۔ بارش کی بدولت موسم خوشگوار ہو جاتا ہے۔

دسمبر اور جنوری سخت سردی کے مہینے ہیں۔ درجۂ حرارت 5 درجے سینٹی گریڈ تک بھی گِر جاتا ہے۔ موسمِ سرما میں سمندر کی طرف سے ہوائیں نہیں آتیں، اِس لیے بارش بہُت کم ہوتی ہے لیکن جو بھی تھوڑی بہت بارش ہوتی ہے، فصلوں کے لیے بہت مُفید ہوتی ہے۔ خاص طور پر گندم کی فصل کے لیے تو یہ "سونے کی بُوندیں" ہوتی ہیں۔

شمالی پہاڑی علاقے:۔ ویسے تو اِس صوبے میں موسم گرما میں بہُت گرمی پڑتی ہے اور سردیوں میں سردی، لیکن شمالی بلند پہاڑی علاقے، میدانی علاقوں کے مقابلے میں زیادہ سرد ہوتے ہیں۔ یہ علاقے ضلع راولپنڈی کی تحصیل مری اور تحصیل کہوٹہ میں واقع ہیں۔ یہاں گرمیوں کے مہینوں میں موسم بہُت خوشگوار رہتا ہے، گرمی نام کو نہیں ہوتی۔ میدانی علاقوں کے کچھ لوگ جُون، جولائی اور اگست کے مہینوں میں اِن پہاڑی علاقوں میں آجاتے ہیں۔ مری کا صحت افزا مقام اِسی پہاڑی علاقے میں واقع ہے۔

اِس پہاڑی علاقے میں گرمیوں کے مہینوں میں بارش خُوب ہوتی ہے جس کی وجہ سے پہاڑی ڈھلانیں جنگلات سے ڈھکی ہوتی ہیں۔ یہاں سال بھر میں قریباً

600 ملی میٹر بارش ہو جاتی ہے۔ سردیوں کے مہینوں میں تو یہ پہاڑیاں سفید برف سے ڈھک جاتی ہیں۔ مکانوں کی چھتوں اور سڑکوں پر برف ہی برف نظر آتی ہے۔ خُوب سردی پڑتی ہے، لوگ گھروں میں دبکے پڑے رہتے ہیں۔ لوگ اپنے مویشیوں کے لیے پہلے ہی سے گھاس کاٹ کر گٹھّے بنا کر رکھ لیتے ہیں تاکہ مویشی بھُوکے نہ رہیں۔

یہاں کھیت چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں۔ اناج کی پیداوار کم ہوتی ہے۔ اِس علاقے کی آب و ہَوا پھلوں کے لیے بہُت اچھّی ہے۔ یہاں کے سیب اور ناشپاتی بڑی لذیذ ہوتی ہے۔ اب حکومت کوشش کر رہی ہے کہ یہاں بہُت سے باغات لگائے جائیں تاکہ لوگ پھل بیچ کر روپے کمائیں اور خُوش حال زندگی بسر کریں۔

دامنی عِلاقے : شمالی پہاڑی عِلاقے کے ساتھ والے دامنی عِلاقوں میں بھی گرمی کم پڑتی ہے۔ پہاڑ سے ہو کر جو ہَوائیں آتی ہیں، وُہ اپنے ساتھ بارش لاتی ہیں۔ یہ بارش پہاڑی عِلاقے کی بہ نسبت تو کم ہوتی ہے، البتّہ وسطی اور جنوبی میدان کی بہ نسبت زیادہ ہوتی ہے۔ اِن عِلاقوں میں ضِلع سیالکوٹ، ضِلع گجرات، ضِلع جہلم، ضِلع راولپنڈی اور ضِلع اٹک کے شمالی عِلاقے شامل ہیں۔ یہاں کے بعض عِلاقوں میں کھیت بھی چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں اور نہریں بھی نہیں، اِس لیے کھیتی باڑی کا انحصار صرف بارش ہی پر ہے۔ یہاں گرمیوں میں مکئی، جوار اور باجرا کاشت کیا جاتا ہے اور سردیوں کے موسم میں گندم بوئی جاتی ہے۔ یہاں کے لوگ ضرورت کے مطابق اللہ تعالیٰ سے بارش کے لیے دُعا مانگتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ اُن کی دُعا قبول کرتا ہے تو خُوب فصل ہو جاتی ہے اور لوگ اپنی ضرُورت

کی تمام چیزیں خرید لیتے ہیں۔ اِن علاقوں میں سردیوں کی بارش، گندم کی فصل کے لیے بہت ہی مفید ہوتی ہے۔

وسطی اَضلاع : صُوبے کے وسطی اضلاع گرمیوں میں بُہت گرم اور سردیوں میں سَرد ہوتے ہیں۔ زیادہ بارش مون سون ہَوائیں لاتی ہیں، اِن علاقوں میں بارش قریباً 200 ملی میٹر سالانہ ہوتی ہے۔ یہاں بارش تو کم ہوتی ہے، البتّہ نہروں کی بدولت خُوب کھیتی باڑی کی جاتی ہے۔ گندم، چاول، کپاس، گنّا وغیرہ کی فصلیں بُہت اہم ہیں۔ یہ اناج صُوبے اور مُلک کے دُوسرے حِصّوں کو بھی بھیجا جاتا ہے۔

جنوبی اور مغربی اَضلاع : جُوں جُوں ہم اِس صُوبے کے جنُوب اور مغرب میں جائیں، بارش کم ہوتی جاتی ہے۔ اِن علاقوں میں گرمیوں کا موسم لمبا ہوتا ہے اور شدید گرمی پڑتی ہے۔ سردی صرف دسمبر اور جنوری ہی میں پڑتی ہے۔ بارش قریباً 100 ملی میٹر تک ہوتی ہے۔ اِن علاقوں میں مئی اور جُون کے مہینوں میں خُوب آندھیاں چلتی ہیں۔ اِن آندھیوں کی وجہ سے فصلوں کو بہت نُقصان پہنچتا ہے۔

سبق: 5

جنگلات اور چراگاہیں

دامنِ کوہ کے جنگلات: بس راولپنڈی سے مری کے لیے روانہ ہوئی۔ میدانی علاقہ منٹوں میں طے ہو گیا۔ قریباً 27 کلومیٹر کے بعد اب بس کی رفتار سست پڑ گئی۔ اوہو! پہاڑی علاقہ شروع ہو گیا ہے۔ سڑک بل کھاتی ہوئی اوپر جا رہی ہے۔ سڑک کے دونوں طرف چھوٹے چھوٹے درخت نظر آنے لگے ہیں۔ ان کی پھیلی ہوئی شاخوں پر چھوٹے چھوٹے پتے لگے ہوئے ہیں۔ بکریاں اگلے پاؤں اٹھا کر پتوں تک پہنچ جاتی ہیں۔ گائے بھی گھاس چرتی چرتی پتوں کو منہ مارتی جاتی ہے۔ اِن میں اکثر درخت کاہو، پھلاہی اور زیتون کے ہیں۔ کہیں کہیں لکڑیوں کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں اور لوگ اِن خشک لکڑیوں کو اونٹوں پر لاد رہے ہیں۔ یہ لکڑی جلانے کے کام آتی ہے۔ وہاں سے اِس لکڑی کو میدانی علاقوں میں لے جایا جاتا ہے جہاں اِسے اچھے داموں بیچا جاتا ہے۔

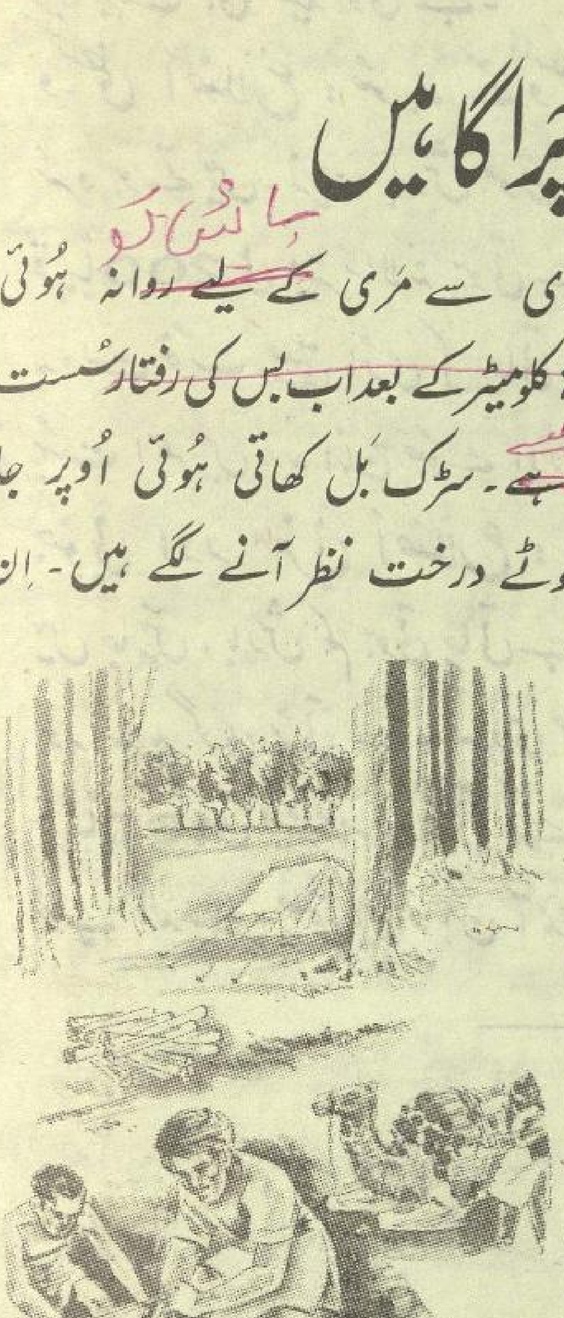

کاہُو کی لکڑی بہُت مضبُوط ہوتی ہے ۔ یہ لکڑی کسّی، کلہاڑی اور کدال کے دَستے بنانے میں استعمال کی جاتی ہے ۔ پھُلاہی کی مسواک، دانتوں کو خوُب چمکاتی ہے ۔ زیتون سے تیل حاصل کیا جاتا ہے ۔ مقامی لوگ اِس لکڑی کو اپنے مکان بنانے میں اِستعمال کرتے ہیں اور اِسی سے اپنے چھوٹے چھوٹے ہَل بنا لیتے ہیں ۔

اِس قِسم کے جنگلات کم بلند پہاڑی عِلاقوں میں پائے جاتے ہیں ۔ ضِلع راولپنڈی کے علاوہ ضِلع گجرات میں پبّی کے جنگلات، ضِلع اٹک میں کالا چٹا کے جنگلات اور ضِلع جہلم کے شمالی حِصّے کے جنگلات اِس خطّے میں شامِل ہیں ۔

شمالی پہاڑی علاقے کے جنگلات : جُوں جُوں مَری قریب آرہا ہے، سڑک کے دونوں طرف دُور دُور تک اُونچے درخت نظر آنے لگے ہیں ۔ دل چاہتا ہے یہیں اُتر پڑیں اور درختوں کا نظّارہ کریں ۔

لو! "چھرا پانی" کے ہوٹل آ گئے ۔ بس رُک گئی ۔ ذرا اُتر کر تو دیکھیں ۔ کیسا پیارا منظر ہے! بس کی گھُوں گھُوں سُنتے سُنتے تنگ آ گئے تھے ۔ یہ سُوں سُوں کرتی ہُوئی ہَوا جو درختوں کے پتّوں کو چھُو کر آرہی ہے ۔ کانوں کو کیسی بھَلی معلوم ہو رہی ہے! یہ ہَوا ہماری صحت کے

لیے بہت مفید ہے۔ وہ سامنے دیکھیں سامل کا ہسپتال ہے۔ بعض بیماریوں میں مُبتلا مریض جو میدانی علاقے میں اچھے نہیں ہوتے، یہاں آکر تندرست ہو جاتے ہیں۔ اب سمجھ میں آیا کہ اِن سرسبز پہاڑی علاقوں کو صحت افزا مقام کیوں کہتے ہیں۔ یہ چیل کے درخت ہیں۔ اِن کے پتّے پتلے اور نوک دار ہوتے ہیں اور سردیوں میں بھی نہیں مُرجھاتے۔ اِن درختوں کی لکڑی نرم ہوتی ہے۔ تصویر میں دیکھیں، کٹے ہوئے تنوں کے دو ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ ایک میں تو لمبی لمبی لکڑیاں ہیں اور دُوسرے ڈھیر میں چھوٹے چھوٹے ٹکڑے۔ لمبی لکڑیوں سے مکان بنانے کا سامان اور فرنیچر وغیرہ بنایا جاتا ہے۔ اکثر سکولوں کے دروازے اور کھڑکیاں بھی اِسی لکڑی کی بنی ہوئی ہیں۔ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے دیا سلائی کی تیلیاں وغیرہ بنائی جاتی ہیں۔

اوہو! یہ درختوں کے تنوں کے ساتھ کیا لٹک رہا ہے۔ ہاں بھئی! اِن درختوں کے تنوں میں ایک قِسم کا رَس ہوتا ہے جسے "گندہ بیروزہ" کہتے ہیں۔ درختوں کے تنوں کو ذرا سا چھیل کر اِن کے ساتھ ٹین کی پیالیاں لگا دی جاتی ہیں۔ اِن پیالیوں میں رَس جمع ہو جاتا ہے تو اُسے بڑے بڑے ٹینوں میں ڈال دیا جاتا ہے۔ گندہ بیروزہ سے وارنش، تارپین کا تیل اور لاکھ وغیرہ بنتی ہے۔ یہاں سے اگر لکڑی کاٹ لی جائے اور ایک طرف سے جلائی جائے تو موم بتی کی طرح جلتی رہتی ہے۔ یہاں کے رہنے والے رات کو انھیں جلا کر اپنا راستہ تلاش کرتے ہیں۔

آیئے! بس چلنے والی ہے۔ بس کی رفتار اور بھی سُست ہو گئی۔ چڑھائی بھی

بھرت جھرن اُگے مری کی طرف بڑھتے ہیں

تو بہت زیادہ ہے۔ اب تو درخت اور بھی زیادہ گنجان ہو گئے ہیں۔ ان کی اُونچائی چیل کے درختوں سے بھی زیادہ ہے۔ یہ دیودار، پڑتل اور صنوبر کے درخت ہیں۔ درختوں کے ساتھ ساتھ بے شمار جھاڑی نما پودے بھی اُگے ہوئے ہیں۔ جب بارش ہوتی ہے تو یہ بڑے بڑے درخت اور پودے پانی کو یک دم بہنے سے روکتے ہیں۔ اگر اِس طرح پانی رُک رُک کر دریاؤں میں نہ جاتے تو ہمارے دریاؤں میں ہر سال سیلاب آتے رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ محکمۂ جنگلات اِن درختوں کی بہت حفاظت کرتا ہے۔ محکمۂ جنگلات کی منظوری کے بغیر کسی کو یہاں سے کوئی درخت کاٹنے کی اجازت نہیں۔ اِس علاقے میں محکمۂ جنگلات سال بھر درخت لگاتا رہتا ہے تاکہ درختوں کی تعداد کم نہ ہونے پائے۔

صُوبہ پنجاب میں اِس قسم کے جنگلات صرف تحصیل مَری میں اور تحصیل کہوٹہ کے کچھ حِصّے میں مِلتے ہیں۔ یہ دونوں تحصیلیں، ضلع راولپنڈی میں واقع ہیں۔ ہمارے صُوبے میں نرم لکڑی کے جنگلات بہُت کم ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہاں عمارتیں اور فرنیچر بنانے کی لکڑی بہُت مہنگے داموں بِکتی ہے۔

خُشک کوہستانی جنگلات : کوہستانِ نمک، ضلع جہلم کے وسطی حِصّے میں پھیلا ہُوا ہے۔ اِس کے کچھ حِصّے ضلع خوشاب اور ضلع میانوالی میں بھی واقع ہیں۔ اِن پہاڑوں پر بارش کم ہوتی ہے، اِس لیے یہاں مَری کی طرح سرسبز پہاڑ نہیں۔ یہاں کانٹے دار درخت اور جھاڑیاں پائی جاتی ہیں۔ اگر ہم چکوال سے خوشاب تک بس میں سفر کریں تو ہمارا راستہ کوہستانِ نمک سے گزرتا ہے۔ یہاں پہاڑی کیکر، فراش اور بیر کے درخت دیکھنے میں آتے ہیں۔ بکری اِن درختوں کے پتّوں کو کھانے

ہیں بڑی ہوشیاری سے کام لیتی ہے۔ اِن درختوں کے قد چھوٹے ہوتے ہیں، اِس لیے بکری آسانی سے اپنے اگلے پاؤں اُٹھا کر شاخوں تک پہنچ جاتی ہے۔ بکری تو جھاڑیوں کے پتّوں کو بھی نہیں چھوڑتی۔ اِس عِلاقے میں چھوٹے قد کی گائیں بھی پائی جاتی ہیں۔ یہ گائیں گھاس کو شوق سے کھاتی ہیں۔ اُونٹ بھی اِنھیں جھاڑیوں اور درختوں کے پتّوں پر گزارہ کر لیتا ہے۔ یہاں زیادہ تر اُونٹوں سے باربرداری کا کام لیا جاتا ہے۔

اِن درختوں کی لکڑی جلانے کے کام آتی ہے۔ یہاں کے لوگ لکڑی اُونٹوں پر لاد کر میدانی عِلاقوں میں لے جاتے ہیں اور اِسے بیچ کر اپنی ضرُورت کی چیزیں خرید لیتے ہیں۔

ڈیرہ غازی خاں کے عِلاقے میں بارش کم ہوتی ہے، اِس لیے وہاں بھی کوہِ سلیمان کی ڈھلانوں پر اِسی قِسم کے کانٹے دار درخت اور جھاڑیاں پائی جاتی ہیں۔

دریائی جنگلات : دریاؤں کے کِنارے اگر سیر کریں تو ہر طرف سرسبز درخت ہَوا میں جھُومتے نظر آتے ہیں۔ دریا کے کِناروں کے قریب کی زمین اکثر نمی والی ہوتی ہے، اِس لیے درخت آسانی سے اپنی جڑوں کے ذریعے پانی حاصل کر لیتے ہیں۔ ایسے جنگلات کو "بیلے" کہتے ہیں۔ اِن میں شیشم، سرس، پیپل، کیکر اور دھریک کے درخت عام ملتے ہیں۔ یہاں کی زمین زرخیز ہوتی ہے اور سرسبز جھاڑیاں عام نظر آتی ہیں۔ نرم نرم گھاس اور درختوں کے ملائم پتّے مویشیوں کا من بھاتا کھاجا ہے۔ چرواہے دن بھر یہاں مویشی چراتے ہیں۔

نہروں اور کھالوں کے کناروں پر بھی درخت عام ہوتے ہیں۔ وہاں بھی

درختوں کی جڑوں کو پانی ملتا رہتا ہے۔ جب کسان ہل چلاتے چلاتے تھک جاتے ہیں اور اُدھر دوپہر ہو جاتی ہے تو اِن درختوں کے نیچے آرام کرتے ہیں، کھانا کھاتے ہیں اور لسّی سے پیاس بجھاتے ہیں۔ کسان اپنے مویشیوں کو بھی اِن درختوں کی چھاؤں میں لے آتے ہیں۔

اِس صوبے میں صرف شمالی پہاڑی علاقوں میں بارش زیادہ ہوتی ہے، اِس لیے وہاں نرم لکڑی کے جنگلات پائے جاتے ہیں۔ باقی تمام حِصّوں میں بارش کم ہونے کی وجہ سے جنگلات بھی کم ہیں۔ اِن میں جو درخت پائے جاتے ہیں اُن کے قد چھوٹے ہوتے ہیں اور لکڑی بھی اچھّی قسم کی نہیں ہوتی۔ ہمیں اپنی ضرُوریات پُوری کرنے کے لیے بہُت سے درخت چاہییں، اِس لیے اِس کمی کو پُورا کرنے کے لیے خوُد درخت لگانا ضروری ہے۔

نہری جنگلات: جب مُسلمان حکمران یہاں آئے تو اُنھوں نے دریاؤں سے نہریں نکالیں، جا بجا درخت لگائے اور اچھّی اچھّی فصلیں پیدا کیں۔ جُوں جُوں آبادی بڑھتی گئی، نہروں کی ضرورت بھی زیادہ ہوتی گئی۔ جب نہروں کا پانی عام ملنے لگا تو حکومت نے بڑے بڑے جنگلات لگانے شروع کر دیے۔

چھانگا مانگا کا جنگل: چھانگا مانگا کا جنگل پاکستان میں ہاتھ سے لگایا ہُوا سب سے بڑا جنگل ہے۔ یہ جنگل لاہور سے کراچی جانے والی ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ لاہور سے کوئی 70 کلومیٹر کے فاصلے پر لگایا گیا ہے۔

تصویر میں دیکھیں، مزدُور کس قرینے سے لکڑی کے ٹکڑوں کو مال گاڑی کے ڈبّے میں رکھ رہے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ لکڑی آ سکے۔ مزدُور یہ لکڑی

اِسی جنگل سے کاٹ کر لاتے ہیں۔ اِس جنگل سے جلانے اور فرنیچر بنانے کے لیے لکڑی حاصل ہوتی ہے۔

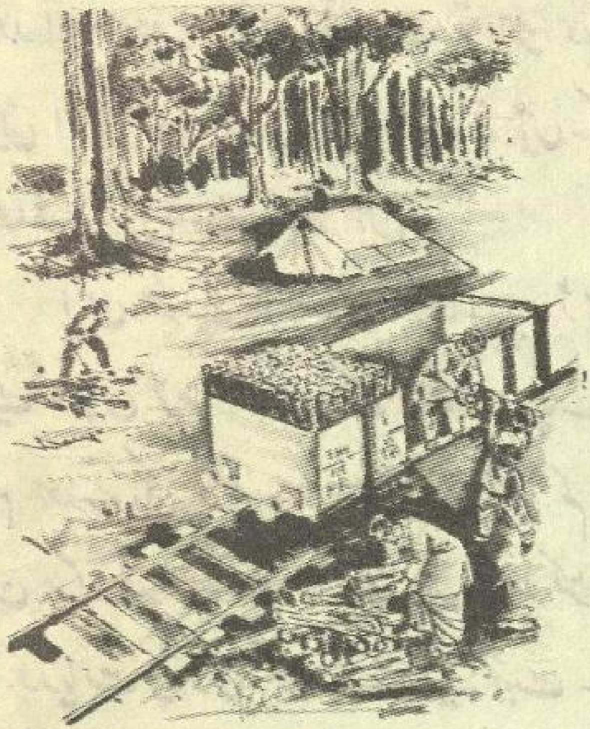

شروع شروع میں صرف شیشم کے درخت ہی لگائے گئے تھے۔ شیشم کی لکڑی بہت کارآمد ہوتی ہے۔ اِس سے گھریلو سامان اور کھیتی باڑی کے لیے ہَل، پنجالی، کھُرلی اور رہٹ کا سامان بنایا جاتا ہے۔ اب شہتُوت کے درخت بھی لگائے گئے ہیں۔ اِن کے پتّوں پر ریشم کے کیڑے پالے جاتے ہیں، ٹہنیوں سے ٹوکریاں بنتی ہیں اور بڑی شاخوں کی لکڑی سے کھیلوں کا سامان بنایا جاتا ہے۔

ایسے جنگلات میں سیر و تفریح کا بھی سامان ہوتا ہے۔ وہاں پکنک منانے کا بہت لُطف آتا ہے۔ چھانگا مانگا میں ایک جھیل بھی ہے جس میں لوگ کشتی کی سیر کرتے ہیں۔ یہاں ایک چھوٹا سا چڑیا گھر بھی ہے۔ وہاں کچھ ہوٹل بھی ہیں جہاں سے کھانے پینے کی چیزیں خریدی جا سکتی ہیں۔

چھانگا مانگا کی طرح پیچا وطنی (ضلع ساہیوال) خانیوال (ضلع ملتان) ڈفر (ضلع گجرات) رجانہ (ضلع فیصل آباد) اور مظفر گڑھ کے ضلعے میں بھی جنگلات لگائے گئے ہیں۔ اب اِن میں سرس، بکائن، سُنبل اور یوکلپٹس

جیسے خوب صورت درخت بھی نظر آتے ہیں۔ اِن جنگلات کی بدولت اب اِرد گرد کے علاقوں میں زیادہ گرمی نہیں ہوتی اور نہ زیادہ آندھیاں آتی ہیں۔

تھل میں شجرکاری : ضلع مظفر گڑھ، ضلع لیہ، ضلع میانوالی، ضلع بھکر اور ضلع خوشاب میں تھل کے وسیع علاقے شامل ہیں۔ تھل کے علاقے میں آج سے قریباً پچیس سال پہلے ریت ہی ریت تھی۔ دُور دُور تک کوئی درخت نظر نہیں آتا تھا۔ اِس علاقے کو آباد کرنے کے لیے کالا باغ کے قریب دریائے سندھ پر ایک بند بنایا گیا جس کا نام ہمارے محبوب رہنما قائدِ اعظم محمّد علی جناحؒ کے نام پر "جناح بیراج" رکھا گیا۔ اِس بند سے نہریں نکالی گئیں، لیکن شروع شروع میں یہ دِقّت پیش آئی کہ جب آندھیاں چلتیں تو نہریں اور کھالے ریت سے اَٹ جاتے۔ اِن آندھیوں کو روکنے اور نہروں کو ریت سے محفوظ رکھنے کے لیے اِن کے دونوں طرف درختوں کی قطاریں لگائی گئیں۔ اب ہم وہاں جس طرف بھی جائیں ہمیں لہلہاتے کھیت نظر آتے ہیں۔ تھل میں جا بجا درخت لگائے گئے ہیں۔ قریباً ہر دو گاؤں کے درمیان درختوں کا ایک ذخیرہ ہے جس میں گاؤں والے اپنے مویشی چراتے ہیں اور اپنی ضروریات کے لیے لکڑی حاصل کرتے ہیں۔ کچھ تو بہت بڑے بڑے جنگلات بھی لگائے گئے ہیں۔ اِن میں سے رُکھ غلاماں، عصمت پارک، سبزہ زار اور لیہ کے جنگلات مشہور ہیں۔

شجرکاری کے ہفتے : ہم پڑھ آئے ہیں کہ ہمارے صُوبے کی آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ہاں بھئی! آبادی بڑھے گی تو ہر چیز کا استعمال بھی زیادہ ہو گا۔ درخت جب اِتنے فائدہ مند ہیں تو اِن کی ضرورت بھی بڑھے گی۔

اِس لیے ہمیں مزید درخت لگانے پڑیں گے۔ ہم سب کو چاہیے کہ اپنے سکولوں اور گھروں کے صحنوں میں پودے لگائیں، اِنھیں مناسب مقدار میں پانی دیں اور اِس طرح درختوں کی بڑھتی ہوئی ضرورت کو پورا کریں۔

محکمۂ جنگلات کی مدد سے ہم سال میں دو مرتبہ نئے پودے لگاتے ہیں۔ایک فروری میں اور دُوسرے اگست میں۔تھوڑی سی محنت سے نئے پودے لگ جاتے ہیں۔ اِن دِنوں محکمۂ جنگلات کے مُلازمین پودے اور قلمیں سَستے داموں دیتے ہیں اور پودے لگانے کے طریقے بھی بتاتے ہیں، لیکن اصل بات پودے لگانے کی نہیں بلکہ اِن پودوں کی حفاظت کی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اِن پودوں کو جانوروں سے بچانے کے لیے اُن کے اِرد گرد باڑ لگائیں۔

سڑکوں کے دو رویہ درخت لگائے جاتے ہیں تاکہ مسافر سائے میں سفر کر سکیں اور جب تھک جائیں تو ان کی چھاؤں میں آرام کر لیں۔بس میں سفر کرنے والے بھی اِس چھاؤں کی بدولت لُو سے بچ جاتے ہیں۔ اَب تو ریلوے لائنوں کے ساتھ بھی خوب صورت درخت لگائے جا رہے ہیں تاکہ کھڑکیوں سے باہر نظر پڑے تو ہرے بھرے درختوں کو دیکھ کر جی خُوش ہو جائے۔ جب درخت زیادہ لگ جائیں گے تو کھڑکیوں سے گرد آنے کی بجائے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا اندر آئے گی اور مسافر تھکن محسوس نہیں کریں گے۔

چراگاہیں : ہمارے صوبے کے جنوب اور جنوب مغربی حِصّے میں بارش بہت کم ہوتی ہے۔ اِس لیے اُن علاقوں میں جہاں ابھی تک نہروں کا پانی نہیں پہنچا، درخت بہت کم ہیں۔ وہاں صرف کانٹے دار جھاڑیاں، ببول

اور فراش کے درخت پائے جاتے ہیں۔ اِن علاقوں میں گھاس بھی اُگ آتی ہے۔ یہ گھاس اور جھاڑیاں ہی اِن علاقوں کی دولت ہے۔ اِن چراگاہوں میں لاکھوں بھیڑیں اور بکریاں پالی جاتی ہیں جن سے ہم اُون اور گوشت حاصل کرتے ہیں۔ اِن چراگاہوں کی حفاظت بھی بڑی ضرُوری ہے۔ ہمیں چاہیے کہ چراگاہوں میں باری باری مویشی چرائیں تاکہ گھاس جڑ سے نہ اُکھڑ جائے۔ دُوسرے سال یہ چراگاہ پھر ہری ہو جائے گی اور ہمارے کام آئے گی۔

ایسے ریگستانی علاقوں میں کھجُور کا درخت عام مِلتا ہے۔ اِس درخت کی جڑیں لمبی ہوتی ہیں تاکہ یہ گہرائی سے بھی پانی حاصِل کر سکے۔

درخت چھوٹا ہو یا بڑا، صحرا میں ہو یا پہاڑ پر، گھر میں ہو یا کھیتوں میں ہر جگہ مفید ہے۔

سبق: 6

آب پاشی

پنجاب کے میدانی علاقے میں عام طور پر اتنی بارش نہیں ہوتی کہ فصلوں کے لیے کافی پانی ہو۔ خاص طور پر ربیع کی فصل کے دنوں میں بارش بہت کم ہوتی ہے۔ کھیتوں میں پانی کی اس کمی کو پورا کرنے کے لیے دوسرے ذریعوں سے پانی حاصل کر کے اُن تک پہنچایا جاتا ہے۔ اس طرح جن علاقوں میں کھیتوں کو پانی دینے کا انتظام کر لیا گیا ہے، وہاں اچھی فصلیں پیدا ہو رہی ہیں۔

پنجاب میں آب پاشی کے لیے پانی تین ذریعوں سے حاصل کیا جاتا ہے۔

1- ٹیوب ویل اور کنوئیں 2 - چھوٹے بند 3- نہریں۔

کنوئیں :- زمین کی تہہ سے پانی حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ کنوئیں ہیں۔ بارش کا جو پانی زمین میں جذب ہوتا ہے، وہ سطح زمین سے نیچے کی چٹانوں میں جمع ہوتا رہتا ہے۔ اس طرح زمین کی تہہ میں پانی کا ایک بڑا ذخیرہ رہتا ہے۔

زمین کی کھدائی کر کے کنوئیں بنائے جاتے ہیں۔ کنوؤں میں زمین کی تہہ سے پانی اکٹھا ہوتا رہتا ہے۔ اس پانی کو رہٹ یا پمپ کی مدد سے نکال کر چھوٹی چھوٹی کھالیوں میں کھیتوں تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

رہٹ سے تھوڑا تھوڑا پانی نکالا جا سکتا ہے لیکن جن کنوؤں کے ساتھ بجلی

کے پمپ لگے ہوں، وہاں بجلی کی قوّت سے زیادہ پانی نکل آتا ہے۔ بجلی کے پمپ والے کنوئیں جنھیں ہم ٹیوب ویل کہتے ہیں، زیادہ گہرائی سے بھی پانی کو اُوپر کھینچ سکتے ہیں۔ اِس طرح کم محنت سے زیادہ کھیتوں کو پانی مل جاتا ہے۔

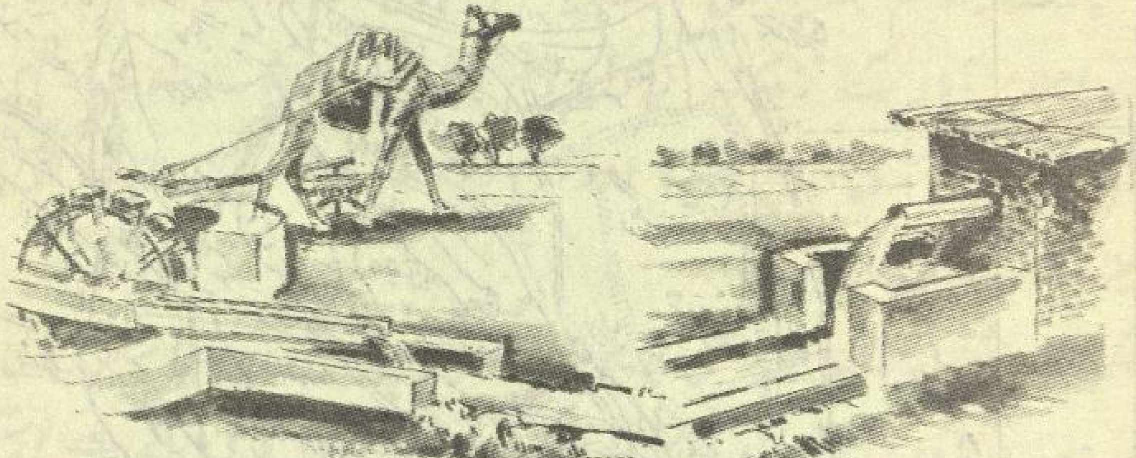

زیرِ سطح پانی کا ذخیرہ، زیادہ بارش والے علاقوں میں نسبتاً کم گہرائی پر ہوتا ہے۔ اِسی طرح دریاؤں کے قریبی علاقوں میں بھی کم گہرائی پر پانی مل جاتا ہے۔ اِس لیے صُوبہ پنجاب کے شمال مشرقی ضِلعوں یعنی سیالکوٹ، گجرات، گوجرانوالا وغیرہ میں زیادہ کنوئیں ہیں۔ اِن کے مقابلے میں رحیم یار خاں، بہاول پُور وغیرہ میں کنوئیں بہت کم ہیں کیونکہ وہاں پانی حاصل کرنے کے لیے زمین کو زیادہ گہرائی تک کھودنا پڑتا ہے۔

چھوٹے بند: ندیوں اور چھوٹے نالوں پر کسی مناسب جگہ ایسا بند بنا دیا جاتا ہے جس سے بہتا ہوُا پانی رُک جاتا ہے اور بند کے پیچھے پانی کا ایک بڑا ذخیرہ جمع ہو جاتا ہے۔ بند تعمیر کرتے وقت اِس میں کچھ ایسے دروازے رکھے

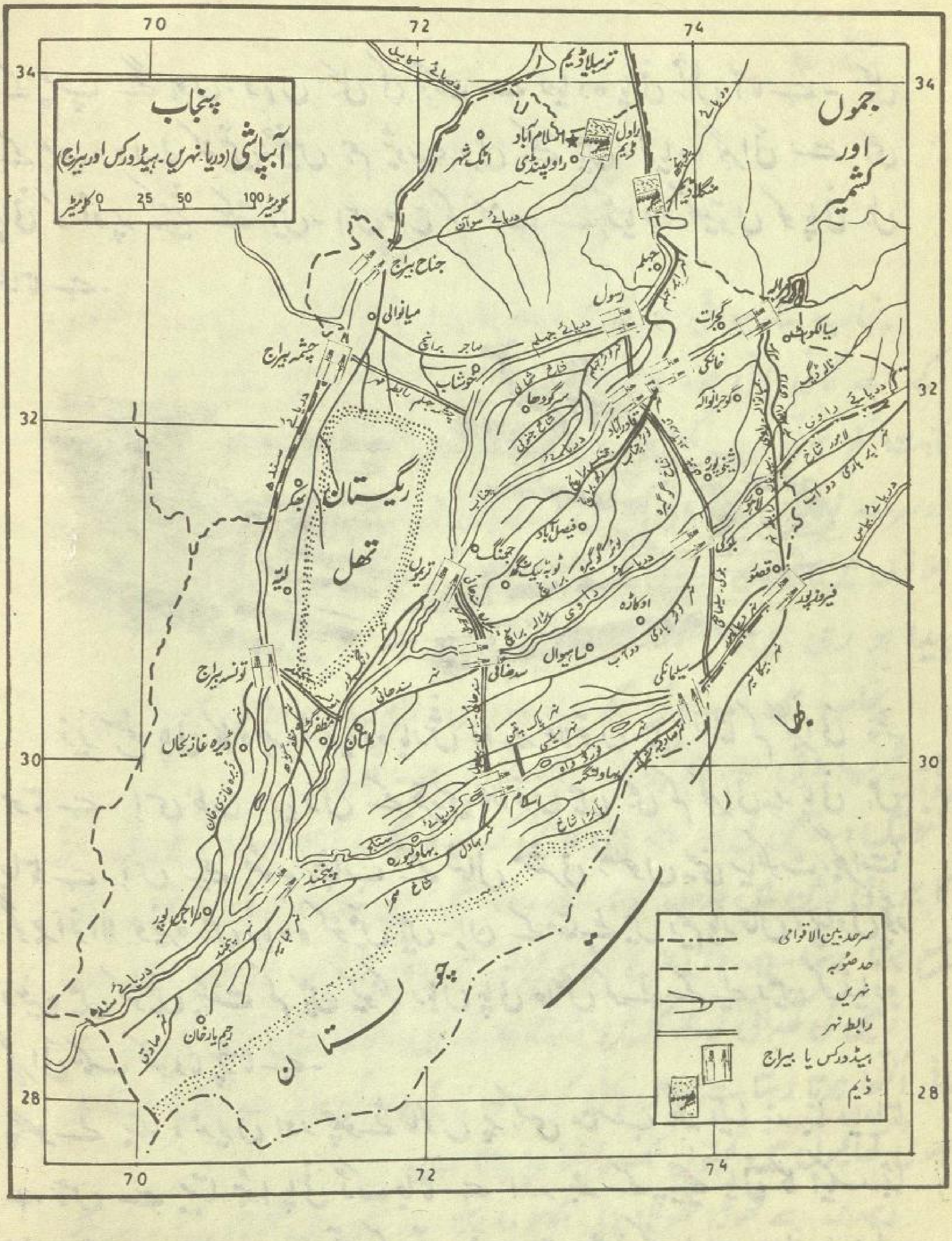
پنجاب
آبپاشی (دریا، نہریں، ہیڈورکس اور بیراج)
کلومیٹر 0 25 50 100 کلومیٹر
سرحد بین الاقوامی
حد صوبہ
نہریں
رابطہ نہر
ہیڈورکس یا بیراج
ڈیم
جموں اور کشمیر
تربیلا ڈیم
اسلام آباد
راولپنڈی
اٹک شہر
منگلا ڈیم
جناح بیراج
میانوالی
چشمہ بیراج
خوشاب
سرگودھا
جہلم
رسول
گجرات
سیالکوٹ
گوجرانوالہ
شیخوپورہ
لاہور
قصور
فیروزپور
فیصل آباد
جھنگ
ٹوبہ ٹیک سنگھ
اوکاڑہ
ساہیوال
سدھنائی
ریگستان تھل
لیہ
تونسہ بیراج
ڈیرہ غازی خاں
ملتان
مظفر گڑھ
سلیمانکی
بہاولنگر
اسلام
بہاولپور
پنجند
راجن پور
رحیم یار خان
بھارت
70
72
74
34
32
30
28

جاتے ہیں جنھیں کلوں کی مدد سے اُٹھایا یا گرایا جا سکتا ہے۔ اِس طرح سے جمع ہونے والا پانی اِن دروازوں کے راستے نکال کر چھوٹی چھوٹی نہروں میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ پھر اِن نہروں کا پانی کھالوں کی مدد سے کھیتوں تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

چھوٹے بند کم بلند پہاڑی علاقے یا سطح مُرتفع کے علاقے میں بنائے جاتے ہیں۔ اِسلام آباد کے نزدیک راول ڈیم اِسی قسم کا ایک بند ہے۔ اِس کے علاوہ ضلع راولپنڈی، ضلع اٹک اور ضلع ڈیرہ غازی خاں میں ایسے کئی اور بند بنائے گئے ہیں۔

نہریں :۔ صُوبہ پنجاب میں کئی بڑے بڑے دریا ہیں جن میں سارا سال پانی بہتا رہتا ہے۔ دریاؤں کے پانی کو نہروں کی مدد سے آب پاشی کے لیے اِستعمال کیا جاتا ہے۔ نہری پانی کو راجباؤں اور کھالوں کی مدد سے کھیتوں تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

صُوبے بھر میں نہروں کا بہت اچھا انتظام کیا گیا ہے۔ ہمارا نہری نظام دُنیا کے بہترین نظاموں میں سے ہے۔ اِن نہروں کا پانی بارش کی کمی کو پُورا کرتا ہے اور ہماری فصلوں کی پیداوار بڑھاتا ہے۔ بڑی نہریں سینکڑوں مربع کلومیٹر علاقے کو سیراب کرتی ہیں۔ پانی کے بہاؤ اور استعمال کے لحاظ سے پنجاب میں چار قسم کی نہریں ہیں۔

1۔ سیلابی نہریں : یہ پُرانی قسم کی نہریں ہیں جن میں صرف برسات کے دنوں میں پانی آتا ہے۔ بارش کے بعد جب دریا کا پانی چڑھ جاتا ہے تو یہ نہریں خُود بخود

چلنے لگتی ہیں۔ ایسی نہریں زیادہ تر ڈیرہ غازی خاں، راجن پُور اور مُظفر گڑھ کے ضِلعوں میں ہیں۔

2 ۔ **دوامی نہریں** :- یہ نہریں، دریاؤں پر بند باندھ کر نکالی گئی ہیں۔ بیراج کے ذریعے دریا کے پانی کو اِتنا روک لیا جاتا ہے کہ اس کی سطح، نہروں کے مُنہ تک بُلند ہو جاتی ہے اور دریا کا پانی اِن نہروں میں بہنے لگتا ہے۔ بیراج کے دروازوں کی مدد سے نہروں میں پانی کی مقدار کو ضرُورت کے مُطابق کم یا زیادہ کیا جا سکتا ہے۔ اِس طرح سال کے دَوران میں جتنی ضرُورت ہو اُس کے مُطابق پانی نہروں میں چھوڑا جا سکتا ہے۔

3۔ **غیر دوامی نہریں** :- یہ ایسی نہریں ہیں جو برسات کے موسم میں خوب چلتی ہیں، کیونکہ اِن دنوں دریا میں کافی پانی رہتا ہے۔ اِنھیں صِرف اِتنے ہی دن استعمال کیا جاتا ہے، جتنے دن دریا میں پانی زیادہ رہتا ہے۔

4۔ **رابطہ نہریں** :- پنجاب کے مشرقی دریاؤں، یعنی ستلُج اور راوی میں نسبتاً کم پانی ہے، دُوسرے یہ دونوں دریا بھارت سے گزُر کر ہمارے عِلاقے میں آتے ہیں۔ بھارتی عِلاقے میں بھی اِن دریاؤں سے نہریں نکال کر پانی اِستعمال کیا جاتا ہے، اِس لیے ہمارے عِلاقے میں اِن دریاؤں میں پانی کم ہو جاتا ہے۔ اِس کمی کو پُورا کرنے کے لیے پچھلے چند سال سے صُوبے میں ایسی رابطہ نہریں بنائی گئی ہیں جو مغربی دریاؤں یعنی سِندھ، جہلم اور چناب کا پانی، کم پانی والے مشرقی دریاؤں تک پہُنچاتی ہیں۔ اِس طرح صُوبے کے ایسے عِلاقوں میں جہاں پہلے نہری پانی زیادہ نہیں تھا، اَب رابطہ نہروں کی بدولت آب پاشی کے

لیے کافی پانی پہنچ جاتا ہے۔

آب پاشی کے نقشے میں بڑی بڑی دوامی اور کئی رابطہ نہریں دکھائی گئی ہیں۔ نقشے میں دیکھیں کہ یہ نہریں کن کن علاقوں کو سیراب کرتی ہیں۔ اِن نہروں کو اور زیادہ بہتر بنایا جا رہا ہے تاکہ ہمیں اپنے کھیتوں کے لیے زیادہ پانی مِل سکے۔

کوشش کی جا رہی ہے کہ دریائے سندھ اور اُس کے معاون دریاؤں میں بہنے والے پانی کا زیادہ سے زیادہ ذخیرہ کر لیا جائے اور ضرورت کے مطابق پاکستان کے زیادہ سے زیادہ رقبے کو سیراب کرنے کا انتظام کیا جائے تاکہ پورے مُلک میں فصلوں کی پیداوار بڑھ جائے۔ دریائے جہلم پر منگلا ڈیم اور دریائے سندھ پر چشمہ بیراج اور تربیلا ڈیم اِسی غرض سے بنائے گئے ہیں۔ اِن سے کئی لاکھ مکعب میٹر پانی کا ذخیرہ حاصل ہُوا ہے۔ بڑے بڑے بندوں پر جمع کیے ہُوئے پانی کی مدد سے پن بجلی گھر بھی چلائے جاتے ہیں۔ اِس طرح آب پاشی کے علاوہ اِن سے بجلی بھی پیدا کی جاتی ہے۔

سبق: 7

زرعی پیداوار

ہم پڑھ آئے ہیں کہ پنجاب میں زیادہ تر لوگ دیہات میں رہتے ہیں اور کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ پہلے زمانے میں کھیتی باڑی صرف دریاؤں کے نزدیکی عِلاقوں ہی میں ہوتی تھی کیونکہ وہاں آسانی سے پانی حاصل ہو جاتا ہے، لیکن اب نہروں کی بدولت دریا سے دُور عِلاقوں میں بھی کاشت ہونے لگی ہے۔ جہاں نہریں نہیں پُہنچ سکیں یا نہری پانی کم ہے، وہاں اِس مقصد کے لیے ٹیوب وِیل لگا دیے گئے ہیں۔

ہماری حکومت نے پیداوار بڑھانے کے لیے کئی اِنتظامات کر رکھے ہیں۔ ہمارے زراعتی تجرباتی ادارے ایسے بیجوں کی تلاش کرتے ہیں جن سے غلّہ زیادہ پیدا ہو اور فصل بھی جلد پک جائے۔ کیڑے مکوڑے جو ہر سال لاکھوں من غلّہ ضائع کرتے ہیں، اُن کو مارنے کے لیے ایک علیحدہ محکمہ قائم کیا گیا ہے جو ہوائی جہازوں کے ذریعے زہریلی دوائیں چھڑکتا ہے، جس سے فصلوں کو نقصان پہنچانے والے کِیڑے مَر جاتے ہیں اور فصل خراب نہیں ہوتی۔ کھاد تیار کرنے والے کارخانے دن رات کام کرتے ہیں تاکہ کِسانوں کو فصلوں کے لیے کھاد بروقت مِل سکے اور غلّہ زیادہ پیدا ہو۔

آپ نے اپنی اُردو کی کتاب میں پڑھا ہے کہ محنت کی جاتے تو ہر مسئلہ

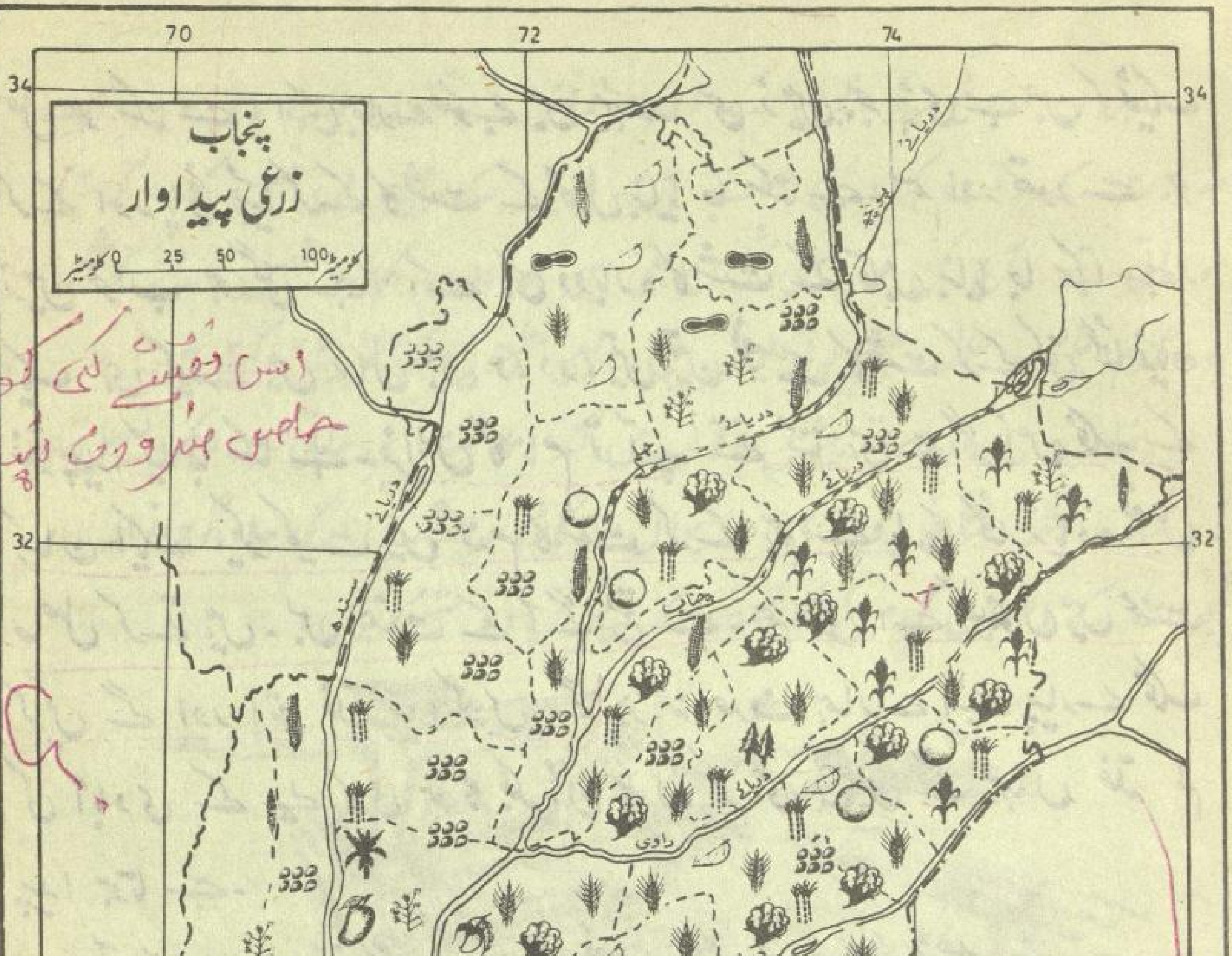
پنجاب
زرعی پیداوار
0 25 50 100 کلومیٹر
70
72
74
34
32
30
28
راوی
دریائے سندھ
گندم
چاول
چنا
کپاس
باجرا
جوار
مکئی
گنا
مالٹا
آم
پٹ سن
تمباکو
مونگ پھلی
کھجور

حل ہو سکتا ہے۔ ابھی ہمارے صوبے میں بہت سی زمین بنجر پڑی ہے جس کو ٹھیک کر کے اور پانی مہیا کر کے کاشت کے قابل بنایا جا سکتا ہے۔ سیم اور تھور سے جو زمین خراب ہو گئی ہے، اُسے بھی دوبارہ کاشت کے قابل بنایا جا سکتا ہے۔ ایک ہی کھیت میں سال میں دو دو، تین تین فصلیں کاشت کر کے کئی گُنا زیادہ غلّہ پیدا کیا جا سکتا ہے۔ فرانس کا نام تو آپ نے سُنا ہی ہو گا۔ اُس مُلک کے کِسان ایک ایکڑ کھیت میں گندم کاشت کر کے ہم سے پانچ گُنا زیادہ فصل حاصل کرتے ہیں۔ بس ہمّت کے آگے فتح ہے۔ ہم بھی اپنے کھیتوں میں محنت کریں گے اور اِتنا غلّہ پیدا کریں گے جو نہ صرف ہمارے اپنے پیارے مُلک کی آبادی کے لیے کافی ہو گا بلکہ اُن مُلکوں کو بھی بھیجیں گے جہاں غلّہ کم پیدا ہوتا ہے۔

آیئے! اب اپنے صوبے کی اہم فصلوں کے بارے میں پڑھیں۔

گندم: صوبہ پنجاب، گندم کی کاشت کے لیے بہت مشہور ہے۔ اکتوبر کا مہینا آتا ہے تو کِسان باقی تمام کام چھوڑ کر گندم کے کھیت کی تیاری میں لگ جاتا ہے۔ آپ صُبح سویرے کھیتوں میں جائیں تو "تت، تت اور آ، آ" کی آوازیں سُننے میں آتی ہیں۔ بیل کِسان کے اشارے پر کبھی ایک طرف چلتے ہیں، کبھی دُوسری طرف ہل چلاتے جاتے ہیں۔ اَب تو ٹریکٹر عام ہو گئے ہیں۔ ٹریکٹر سے زمین بہت جلد تیار ہو جاتی ہے۔ ہمارے ہاں اب میکسی پاک گندم زیادہ کاشت ہوتی ہے۔ میکسی پاک کی پیداوار گندم کی باقی تمام قسموں سے زیادہ ہے۔

نہروں اور ٹیوب ویلوں کے ذریعے وقفوں وقفوں سے پانی دیا جاتا ہے۔ ضرورت کے وقت کھاد بھی ڈالتے ہیں۔ اپریل کے مہینے میں فصل پک کر تیار ہو جاتی ہے۔ آج کل تو ایسی مشینیں بھی ہیں جو علاوہ کھڑی فصل کاٹنے کے بھس اور گندم علیحدہ علیحدہ بھی کرتی جاتی ہیں۔ ایسی مشینوں کو "تھریشر" کہتے ہیں۔

پنجاب میں ویسے تو بیشتر علاقوں میں گندم کاشت کی جاتی ہے، لیکن فیصل آباد، ٹوبہ ٹیک سنگھ، ملتان، وہاڑی، ساہیوال، اوکاڑہ، جھنگ، سرگودھا، گوجرانوالہ اور گجرات کے اضلاع گندم کی کاشت کے لیے زیادہ مشہور ہیں۔

جن علاقوں میں نہریں نہیں، وہاں ایسے بیج کاشت کیے جاتے ہیں، جنھیں زیادہ پانی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ویسے بھی وہاں کے کاشت کار اگست اور ستمبر کے مہینوں میں ہونے والی بارشوں سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ بارش کے بعد ہل چلا کر سہاگہ پھیرتے ہیں۔ اس طرح نمی، زمین کے اندر چلی جاتی ہے جس پر گندم کی کاشت کی تیاری شروع کر دیتے ہیں۔ دسمبر اور جنوری کے مہینوں میں بھی کچھ بارش ہو جاتی ہے۔ یہ بارش گندم کی فصل کے لیے بہت مفید ہوتی ہے۔

وُہ فصلیں جو اکتوبر یا نومبر کے مہینوں میں کاشت کی جائیں اور اپریل ، مئی کے مہینوں میں کاٹی جائیں، اُنھیں ربیع کی فصلیں کہتے ہیں۔ گندم کے علاوہ جَو بھی اِسی موسم میں کاشت کیے جاتے ہیں۔

چنا: صُوبہ پنجاب کی ایک اہم فصل چنے کی ہے۔ چنے کی فصل کو زیادہ پانی کی ضرُورت نہیں ہوتی، اِس لیے یہ بارانی عِلاقوں میں اکثر کاشت کی جاتی ہے۔ اِس کے پکنے کے لیے ایک یا دو ہلکی ہلکی بارشیں ہی کافی ہوتی ہیں۔ سردیوں میں پڑنے والی اَوس بھی چنے کی فصل کے لیے مفید ہوتی ہے۔ چنے گھوڑوں اور بکریوں کی مرغوب غذا ہے۔ چنے کی بیسنی روٹی بھی بہُت پسند کی جاتی ہے۔ سبز چنے سبزی کے طور پر اِستعمال ہوتے ہیں اور اِن کی پکی ہوئی کھچڑی تو بہُت مزے دار ہوتی ہے۔ چنے نہری عِلاقوں میں بھی کاشت کیے جاتے ہیں۔ اِن کی کاشت زیادہ تر میانوالی، بھکّر، خوشاب، سرگودھا، ساہیوال، گجرات، جہلم، مظفّر گڑھ، لیّہ، ڈیرہ غازی خاں اور راجن پُور کے ضِلعوں میں ہوتی ہے۔

چاول: موسمِ گرما میں کاشت ہونے والی فصلوں کو خریف کی فصلیں کہتے ہیں۔ اِنھیں زیادہ پانی کی ضرُورت ہوتی ہے۔ اِن میں چاول بہُت اہم فصل ہے۔ جب تک فصل نہ پکے، چاول کے کھیت میں موزوں مقدار میں پانی کھڑا رکھنا ضرُوری ہے۔ چاول کی پنیری جب کھیتوں میں لگائی جاتی ہے، اس وقت بھی کھیتوں میں پانی کھڑا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ چاول کے کھیت میں ہَل بھی کھڑے پانی ہی میں چلایا جاتا ہے۔

چاول کے پودے کو ایک قسم کا کیڑا لگ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ یہ کیڑا فصل کو بہت نقصان پہنچاتا ہے، اِس لیے فصل کو اِس کیڑے سے بچانے کے لیے جہازوں کے ذریعے باقاعدگی سے دوا چھڑکی جاتی ہے۔

ہمارے صوبے میں بہت اعلیٰ قسم کے چاول کاشت ہوتے ہیں۔ باسمتی چاول جب پک رہے ہوتے ہیں تو اُن کی خوشبو دُور دُور تک جاتی ہے۔ ہم کروڑوں رُوپوں کا چاول باہر کے مُلکوں کے ہاتھ بیچ کر زرِمبادلہ کماتے ہیں جس سے مشینیں اور ٹریکٹر وغیرہ خریدتے ہیں اور مُلک اور صُوبے کی ترقّی میں حِصّہ لیتے ہیں۔

چاول زیادہ تر گوجرانوالہ، شیخوپُورہ، سیالکوٹ، لاہور اور قصُور کے ضلعوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ اب ضلع سرگودھا، فیصل آباد، گجرات، جھنگ اور ساہیوال میں بھی اِن کی کاشت ہونے لگی ہے۔

کپاس :۔ کپاس بھی دھان کی طرح خریف کی اہم فصل ہے۔ ہم رُوئی باہر کے مُلکوں کے ہاتھ بیچ کر کروڑوں رُوپے کماتے ہیں۔ کپاس کی کاشت گندم کی کٹائی کے فوراً بعد شروع ہو جاتی ہے۔

کپاس کی دو مشہُور قسمیں ہیں۔ ایک "دیسی" اور دُوسری "امریکن"۔ دیسی کپاس کے ریشے لمبے نہیں ہوتے اور نہ زیادہ ملائم ہوتے ہیں۔ دیسی کپاس لحافوں میں بھرنے کے کام آتی ہے۔ اِس کپاس سے بھرے ہُوئے لحاف بہت گرم ہوتے ہیں۔ اِس سے کھیس اور دریاں بھی بنائی جاتی ہیں۔ امریکن کپاس سے، جسے 'نرما' کہتے ہیں، دھاگا اور کپڑے بنائے جاتے ہیں۔ امریکن کپاس بھی باہر کے مُلکوں

کے ہاتھ بیچی جاتی ہے۔

کپاس زیادہ تر ملتان، وہاڑی، ساہیوال، اوکاڑہ، فیصل آباد، ٹوبہ ٹیک سنگھ، جھنگ، سرگودھا، قصور، بہاول نگر اور رحیم یار خاں کے ضلعوں میں کاشت کی جاتی ہے۔

جوار اور باجرا: جوار، باجرا عام طور پر بارانی علاقوں میں کاشت کیے جاتے ہیں۔ ان فصلوں کو زیادہ پانی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جوار اور باجرے کو چارے کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ ان کے ڈنٹھل خشک کر کے رکھ لیے جاتے ہیں اور موسم سرما میں مویشیوں کو چارے کے طور پر ڈالے جاتے ہیں۔

گنّا: گنّا قریباً سارے سال کی فصل ہے، اسے عام طور پر فروری کے مہینے میں کاشت کیا جاتا ہے۔ اسے زرخیز زمین اور زیادہ پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ گنّے سے سفید شکر بنائی جاتی ہے۔ اس کی کاشت زیادہ تر فیصل آباد، ملتان، وہاڑی، ساہیوال، بہاول نگر، گوجرانوالہ، سرگودھا، جھنگ اور گجرات کے ضلعوں میں ہوتی ہے۔

پٹ سن: پٹ سن کے ریشے سے بوریاں، ٹاٹ اور رسّے بنانے کے لیے دھاگا بنایا جاتا ہے۔ اس فصل کو پانی کی بہت ضرورت ہوتی ہے اور اس کے لیے زمین بھی زرخیز چاہیے۔ اب ہمارے صوبے میں اس کی کاشت پر خاص توجہ دی جانے لگی ہے۔ اس کی زیادہ تر کاشت فیصل آباد اور مظفّر گڑھ کے ضلعوں میں ہوتی ہے۔

تمباکو :- گجرات، اٹک، سرگودھا، ساہیوال، اوکاڑہ اور وہاڑی کے ضلعوں میں تمباکو کی کاشت پر زیادہ توجّہ دی جاتی ہے۔

مونگ پھلی :- مونگ پھلی کی کاشت کے لیے گجرات، جہلم، راولپنڈی اور اٹک کے ضلعے مشہور ہیں۔ اِن علاقوں میں ہر سال ندی نالے ریتلی مٹّی بہا کر لاتے ہیں اور سیلاب کے دِنوں میں یہ ریتلی مٹّی کی تہیں بچھا دیتے ہیں جن میں مونگ پھلی خوب بڑھتی پھلتی ہے۔

دالیں :- دالیں صُوبے میں قریباً ہر جگہ کاشت ہوتی ہیں۔

اِس طرح پنجاب میں قریباً ہر قسم کی فصلیں کاشت کی جاتی ہیں۔

سوالات

سبق: 8

ہمارے مویشی

ہم صُوبے کے جس حِصّے میں بھی جائیں گائیں، بیل، بھینسیں، گھوڑے، اُونٹ، بھیڑیں اور بکریاں ضرور نظر آئیں گی۔

جانور ہماری بہُت سی ضروریات کو پُورا کرتے ہیں، اِس لیے ہم اُن سے بہُت پیار کرتے ہیں۔ اُن کے جسم پر پیار سے ہاتھ پھیریں تو یہ جانور جواب میں دُم ہلاتے ہیں۔ اگر ہم بُلائیں تو ہماری طرف بھاگے آتے ہیں۔

کِسانوں کا تو اِن کے بغیر گذارہ ہی نہیں۔ ہل چلانے اور رہٹ کھینچنے کے لیے بیل، دُودھ، لسّی اور مکھّن کے لیے گائیں اور بھینسیں، سفر کے لیے گھوڑے اور اُونٹ، اُون اور گوشت کے لیے بھیڑیں اور بکریاں پالی جاتی ہیں گو شہروں میں بھی دُودھ کے لیے گائیں اور بھینسیں پالی جاتی ہیں، لیکن بڑھتی ہُوئی آبادی کے لیے ہمیں بہت سے اور مویشیوں کی ضرورت ہے تاکہ ہماری دُودھ اور گوشت کی ضرُورت پُوری ہو سکے۔

ہم سکُول جاتے ہیں، خُوب بھاگتے دَوڑتے ہیں، گھر آ کر بھی خاموش نہیں بیٹھتے۔ بھائی، بہنوں سے کھیلتے ہیں یا پھر گلی میں نِکل جاتے ہیں اور بھاگنے دوڑنے والی کھیلوں میں حِصّہ لیتے ہیں۔ گھر کے کام بھی کرتے ہیں۔ اِن سرگرمیوں کے لیے ہمیں اچھّی غذا کی ضرُورت ہے۔ یہ غذا ہمیں دُودھ، سبزیوں اور گوشت

سے ملتی ہے۔ دُودھ ایک مکمل غذا ہے۔ اِس سے ہمارا جسم بڑھتا ہے، ہماری ہڈیاں مضبُوط ہوتی ہیں۔ گوشت کھانے سے ہم میں اِتنی طاقت آ جاتی ہے کہ ہم بیماریوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں ہمیں مویشیوں ہی سے ملتی ہیں۔ فصلیں کاشت کرنے کے لیے بھی اِنھیں سے مدد لینا پڑتی ہے۔ ہماری حکومت بھی مویشیوں کی اہمیت سے غافل نہیں، اِسی لیے حکومت نے اِن کے علاج کے لیے ہسپتال کھولے ہُوئے ہیں۔ نیز مویشی پالنے والوں کو مشورہ دینے کے لیے ایک الگ محکمہ قائم ہے۔ اچھّی نسل کے مویشی پالنے کے لیے فارم بھی قائم کیے گئے ہیں۔

رکھ غلاماں تجرباتی فارم :۔ ضلع بھکّر میں رکھ غلاماں کے مقام پر مویشیوں کا ایک تجرباتی فارم قائم کیا گیا ہے۔ اِس فارم میں ہر قِسم کے بیل، گائیں اور بھینسیں پالی جاتی ہیں۔ اِن جانوروں کی پرورش اِس طرح کی جاتی ہے کہ گائیں اور بھینسیں زیادہ دُودھ دیں اور بیل موٹے تازے ہو جائیں تاکہ کھیتوں میں زیادہ دیر تک کام کر سکیں اور اِن سے گوشت بھی زیادہ حاصل کیا جا سکے۔ محکمۂ حیوانات کے ماہرین اپنے اِن تجربات سے ان تمام لوگوں کو آگاہ کرتے ہیں جنھوں نے گائیں اور بھینسیں پال رکھّی ہیں۔

ہماری حکومت نے مویشیوں کی افزائش کے لیے ضلع بھکّر کے علاوہ قادرآباد (ضلع ساہیوال)، بہادر نگر (ضلع اوکاڑہ)، فاضل پُور (ضلع اٹک)، ضلع خوشاب، ہارون آباد (ضلع بہاول نگر) میں فارم کھولے ہُوئے ہیں۔ اوکاڑہ میں ملٹری ڈیری فارم میں بہت اچھّی نسل کی گائیں اور بھینسیں ہیں۔ جرسی نسل کی کچھ گائیں باہر

کے مُمالک سے منگوائی گئی ہیں۔

اوکاڑہ ڈیری فارم کا مکھن ہماری فوج کی مکھن کی ضرورت کو پُورا کرتا ہے۔

حکومت اُن لوگوں کی جو اپنے فارم قائم کرنا چاہتے ہیں، مدد بھی کرتی ہے اور اُنھیں مشورے بھی دیتی ہے۔ اِن میں سے ضلع ملتان میں جہانگیر آباد فارم اور اللہ داد فارم، عباس شاہ فارم (ضلع ساہیوال) کالرا فارم (ضلع سرگودھا) کالا باغ فارم (ضلع میانوالی) شاہ جیونا فارم (ضلع جھنگ) قابلِ ذکر ہیں۔

ہمارے صُوبے کے نہری علاقوں میں "نیلی راوی نسل کی بھینسیں" اور "ساہیوال نسل کی گائیں" زیادہ دُودھ دینے کے لیے بہت مشہُور ہیں۔

ساہی وال نسل کا بیل

نیلی راوی بھینس

سُرخ سندھی گائے

تھری گائے

دھنی نسل کا بیل

"دھنی نسل" کی گائے اور بیل کم بارش والے علاقوں میں عام پالے جاتے ہیں کیونکہ یہ خُشک چارا بھی شوق سے کھا لیتے ہیں۔ یہ گائیں دُودھ کم دیتی ہیں۔ اِس نسل کے بیل چُست و چالاک ہونے کی وجہ سے دامنِ کوہ کے چھوٹے چھوٹے علاقوں میں ہل چلانے کے لیے بہت مفید ہوتے ہیں۔

"تھری نسل" کی گائے اور بیل ریگستانی علاقے میں پائے جاتے ہیں۔ یہ پانی

کی قلّت برداشت کر لیتے ہیں اور خُشک چارے پر گذارہ کر لیتے ہیں۔ یہ زیادہ تر ضلع میانوالی، ضلع رحیم یار خاں اور ضلع بہاول پُور میں پالے جاتے ہیں۔
ضلع مظفّر گڑھ، ضلع راجن پُور اور ضلع ڈیرہ غازی خاں میں "داجل" اور "روجھان" نسل کے بیل ملتے ہیں۔ اِن کا جسم بہُت مضبُوط ہوتا ہے اور بیل گاڑیاں بڑی ہوشیاری سے کھینچتے ہیں۔

بھیڑیں: بھیڑ بڑا شریف جانور ہے۔ بکری کی طرح بھیڑ اِدھر اُدھر مُنہ نہیں مارتی اور خُشک گھاس پر بھی گذارا کر لیتی ہے۔ ہم اِس کا گوشت بھی کھاتے ہیں اور اِس کی اُون سے سویٹر اور گرم کپڑے اور اِس کی کھال سے جُوتے بھی بناتے ہیں۔ بھیڑ، بکری کے مقابلے میں کم دُودھ دیتی ہے، البتّہ اِس کا دُودھ بہُت گاڑھا ہوتا ہے۔ اگر اِسے بلویا جائے تو بہُت سا مکھن نِکل آتا ہے۔

پنجاب میں ابھی کئی ایسے عِلاقے ہیں جہاں نہری پانی نہیں مِلتا اور وہاں بارش بھی کم ہوتی ہے، اِس لیے کھیتی باڑی نہیں ہو سکتی۔ ایسی جگہوں پر بھیڑیں پالنا اہم پیشہ ہے۔ بھیڑ اچھّی بُری گھاس سب کھا لیتی ہے۔ اگر اِس کے نہلانے اور اِسے صاف سُتھرا رکھنے کا مناسب بندوبست ہو تو اِس سے ہم نہایت عُمدہ اور ملائم اُون حاصل کر سکتے ہیں جسے ہم باہر کے مُلکوں کے ہاتھ بیچ کر لاکھوں رُوپے کما سکتے ہیں۔ اگر ہم چراگاہوں کی حفاظت کریں اور بھیڑوں کو بیماری سے بچانے کے متعلّق تدبیروں پر عمل کریں تو اِن کی تعداد میں بہُت اضافہ ہو سکتا ہے اور اِس طرح گوشت کی کمی کو پُورا کیا جا سکتا ہے۔ بھیڑوں سے اُون عام طور پر دو موسموں میں کاٹی جاتی ہے، ایک دفعہ موسمِ بہار میں اور دُوسری

مرتبہ موسمِ خزاں میں۔ موسمِ بہار میں جو اُون حاصل ہوتی ہے اس کا رنگ سفید ہوتا ہے اور یہ اُون بہت مہنگے داموں بکتی ہے۔ موسمِ خزاں میں حاصل ہونے والی اُون کا رنگ زرد ہوتا ہے۔ لیکن اگر ہم گرمیوں کے مہینوں میں دوپہر کے وقت بھیڑوں کو چھاؤں میں رکھیں، اِنھیں نہلاتے رہیں اور مناسب خوراک دیں تو اُون کا رنگ زرد نہیں پڑے گا اور اِس طرح ہم موسمِ خزاں کی کاٹی ہُوئی اُون بھی مہنگے داموں بیچ سکیں گے۔

حکومت نے باقی مویشیوں کی طرح بھیڑوں کے بھی فارم بنائے ہُوئے ہیں۔ اِن میں سب سے بڑا فارم رکھ کھیرے والا (ضلع مظفّر گڑھ) میں ہے۔ اِس فارم میں قریباً ہر قسم کی بھیڑیں پالی جاتی ہیں۔ اِس فارم میں بکریوں کی بھی بہت سی قسمیں پرورش پاتی ہیں۔ یہ ایک تجرباتی فارم ہے جہاں محکمۂ حیوانات کے ماہرین تجربے کرکے بھیڑیں پالنے والوں کو بھیڑیں پالنے کے بہتر طریقے بتاتے ہیں۔

انگورا بکری

چکّی والی بھیڑ

بیتل بکری

کچّی بھیڑ

لوہی بھیڑ

قراقلی بھیڑ

صُوبہ پنجاب میں "لوہی نسل" کی بھیڑیں ضِلع فیصل آباد، ضِلع ٹوبہ ٹیک سنگھ، ضِلع سیالکوٹ، ضِلع گوجرانوالہ، ضِلع مُلتان اور ضِلع وہاڑی میں مِلتی ہیں۔

چکّی والی بھیڑیں خشک چارے، گھٹیا قسم کی گھاس اور جڑی بُوٹیوں پر گذارہ کر لیتی ہیں، اِس لیے یہ ضِلع مظفّر گڑھ، ضِلع لیّہ، ضِلع میانوالی، ضِلع بھکّر، ضِلع خوشاب اور ضِلع جھنگ میں عام پائی جاتی ہیں۔

بُچّی نسل کی بھیڑیں صحرائی عِلاقے میں پائی جاتی ہیں، اِس لیے اِن کا گھر ضِلع بہاول نگر، ضِلع رحیم یار خاں، ضِلع بہاول پُور اور ضِلع مظفّر گڑھ ہے۔

ضِلع مظفّر گڑھ اور لیّہ میں قراقلی بھیڑیں بھی پالی جاتی ہیں۔ اِن بھیڑوں کی اُون کا ریشہ لمبا اور ملائم ہوتا ہے۔

بیتل نسل کی بکری دُودھ دینے کے لیے پالی جاتی ہے۔ اِس کے جِسم پر سیاہ سفید دھبّے ہوتے ہیں۔ دونوں وقت تین چار لِٹر دُودھ دے دیتی ہے۔ اِس نسل کی بکریاں لاہور، قصُور، گوجرانوالہ، ساہیوال اور مُلتان کے ضِلعوں میں مِلتی ہیں۔

انگورا نسل کی بکری کا اصل وطن تُرکی ہے۔ تُرکی میں ہمارے مُسلمان بھائی بستے ہیں، ہمیں اُن سے بہُت پیار ہے۔ انگورا نسل کی بکری کے بال بڑے ملائم، ریشمی چمکدار اور لمبی لمبی ہوتی ہیں۔ اِن بالوں کو موہیر کہتے ہیں جو سال میں دو مرتبہ کاٹی جاتی ہے۔ اِس بکری کا قد چھوٹا، کان پتلے اور بالوں سے باہر لٹکے ہوتے ہیں۔ یہ نسل گوشت اور موہیر دونوں کے لیے مشہُور ہے۔

گھوڑے: گھوڑا ہمارے صُوبے کا بہُت مُفید جانور ہے۔ یہ تانگے اور ریڑھے کھینچتا ہے۔ لوگ اِس پر سواری بھی کرتے ہیں۔ نیزہ بازی کے شوقین، بلوچی

نسل کے گھوڑوں کو بہت پسند کرتے ہیں۔ انمول نسل کے گھوڑے ضلع سرگودھا میں ملتے ہیں۔ فوج کے استعمال کے لیے تھارو بریڈ نسل کے گھوڑے بھی پالے جاتے ہیں۔

اُونٹ: اُونٹ ویسے تو صحرائی علاقے کا جانور ہے اور کئی کئی دن بغیر کھائے پیئے گزارہ کر لیتا ہے، لیکن یہ جانور ہمارے صوبے کے اکثر حصوں میں ملتا ہے۔ پہاڑی نسل کے اُونٹ ضلع جہلم، ضلع راولپنڈی، ضلع اٹک، ضلع راجن پور اور ضلع ڈیرہ غازی خاں کے دُشوار گزار علاقوں میں بھاری سامان اُٹھائے پھرتے نظر آتے ہیں۔ تھلی اُونٹ، ریگستانی علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہ بہت دن پانی کے بغیر رہ سکتے ہیں۔ میدانی علاقوں میں پائے جانے والے اُونٹ کو پنجابی نسل کا اُونٹ کہتے ہیں۔ اِس کا قد بڑا ہوتا ہے اور پہاڑی اور تھلی اُونٹ کی بہ نسبت بھاری بھر کم ہوتا ہے۔

سبق: 9

معدنیات

زمین کے اندر بھی بے پناہ خزانے موجود ہیں جنھیں معدنیات کہتے ہیں۔ ان معدنیات کو زمین کھود کر حاصل کیا جاتا ہے۔ کئی دفعہ تو سینکڑوں میٹر زمین کے اندر جانا پڑتا ہے، پھر کہیں جا کر معدنیات ملتی ہیں۔ لیکن جب ہماری محنت ٹھکانے لگتی ہے تو کہیں تو عام استعمال کی چیزیں مثلاً معدنی تیل، کوئلہ اور لوہے جیسی مفید چیزیں ملتی ہیں اور کہیں سونا، چاندی، ہیرے اور پلاٹینم جیسی قیمتی دھاتیں ملتی ہیں۔

آیئے آج ہم اپنے صوبے میں ملنے والی معدنیات کے بارے میں پڑھیں اور دیکھیں کہ یہ ہمارے کس کس کام آتی ہیں۔

نمک

نمک ہم ہر روز استعمال کرتے ہیں۔ اگر سالن میں نمک کم رہ جائے تو کھانے کا مزہ نہیں آتا۔ نمک ہمارے جسم کے لیے بھی ضروری ہے اور یہ بہت سی دواؤں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ہمارے صوبے میں نمک کھیوڑہ (ضلع جہلم) کالا باغ (ضلع میانوالی) اور وڑچھا (ضلع خوشاب) میں ملتا ہے۔ کھیوڑہ میں دُنیا کی سب سے بڑی نمک کی کان ہے۔

کوئلہ

کوئلہ مکڑوال (ضلع میانوالی) چھوٹی بنگلہ (ضلع اٹک) خان پور، چوہا سیدن شاہ، کھیوڑہ، پڈھ، ڈنڈوت، ڈھلوال، بشارت، سیکی آڑہ، منارہ

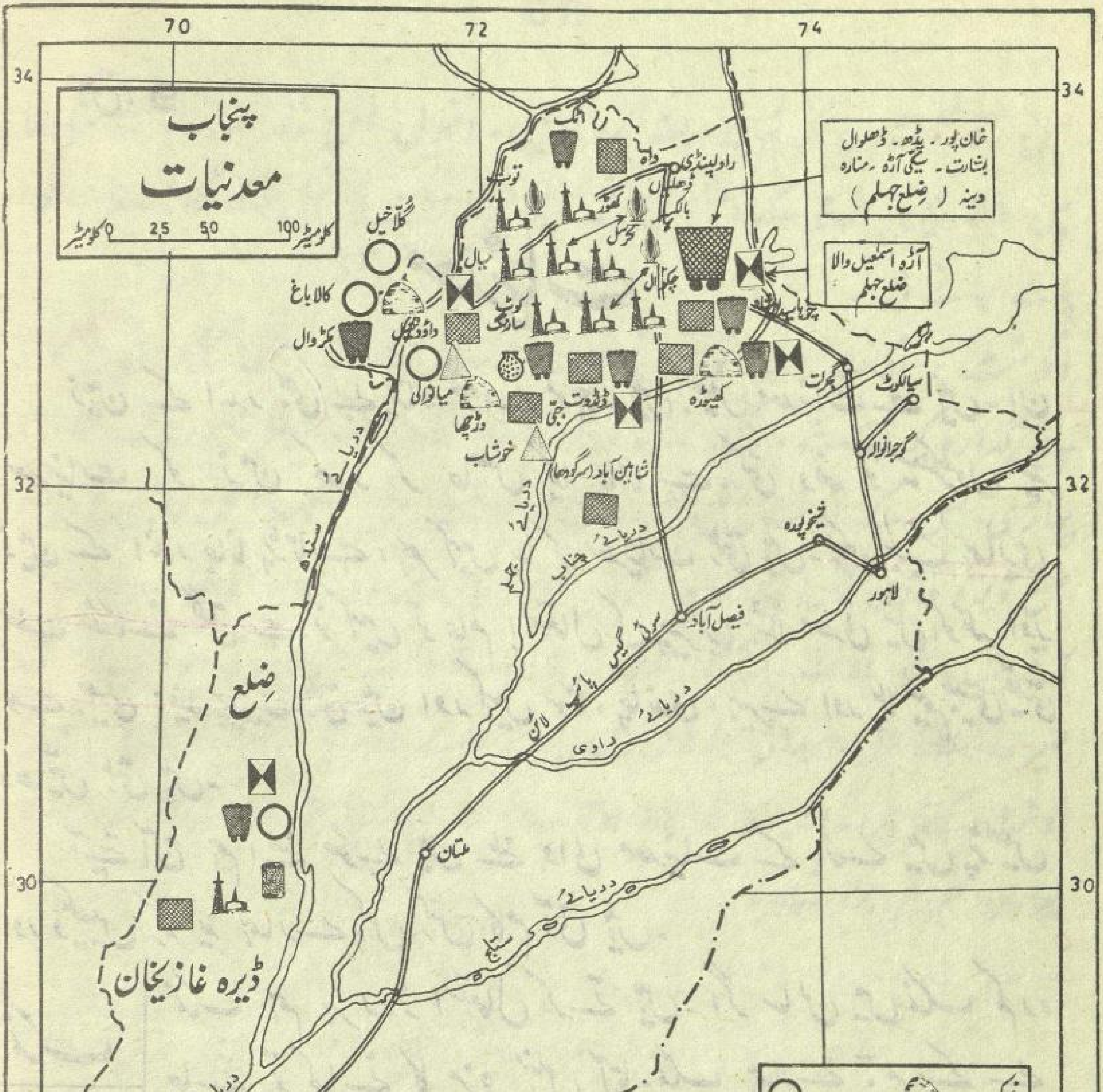
پنجاب
معدنیات
0 25 50 100 کلومیٹر
70
72
74
34
32
30
28
گلاخیل
کالاباغ
مکڑوال
داؤدخیل
میانوالی
وڑچھا
خوشاب
جبی
ڈنڈوت
کھیوڑہ
کوٹ سارنگ
میال
تورُ
اٹک
واہ
راولپنڈی
ڈھلیاں
کھوڑ
بالکسر
تحریل
چکوال
گجرات
سیالکوٹ
گوجرانوالہ
شاہین آباد (سرگودھا)
شیخوپورہ
لاہور
فیصل آباد
ملتان
رحیم یارخان
ضلع
ڈیرہ غازیخان
دریائے سندھ
دریائے جہلم
دریائے چناب
دریائے راوی
دریائے ستلج
خان پور۔ پڈھ۔ ڈھلوال
بستارت۔ بیکی آڑہ ۔منارہ
وینہ (ضلع جہلم)
آڑہ اسمٰعیل والا
ضلع جہلم
نمک
کوئلہ
معدنی تیل
قدرتی گیس
ایٹمی توانائی کی دھات
لوہا
چونے کا پتھر
جپسم
سیلیکاریت
چینی مٹی

دینہ (ضلع جہلم)، پیل، کٹھہ (ضلع خوشاب) اور راکھی مون (ضلع ڈیرہ غازی خاں) میں ملتا ہے۔

یہ کوئلہ زیادہ اچھی قسم کا نہیں، بُھر بُھرا سا ہوتا ہے۔ اس کوئلے کو چُونے کی بھٹیوں اور اینٹوں کے بھٹوں میں استعمال کرتے ہیں۔

معدنی تیل

ڈھلیاں، توت، میال (ضلع اٹک)، چکوال، بالکسر اور کرسال (ضلع جہلم) میں ملتا ہے۔ یہ جب زمین سے نکالا جاتا ہے تو صاف نہیں ہوتا۔ اس تیل کو لوہے کی پائپوں کے ذریعہ راولپنڈی پہنچایا جاتا ہے۔ راولپنڈی میں مورگاہ کے مقام پر تیل صاف کرنے کا کارخانہ ہے۔ اس کارخانے میں تیل صاف ہوتا ہے جسے پھر ملک کے باقی حصّوں میں پہنچایا جاتا ہے۔

معدنی تیل کی تلاش کے لیے آزمائشی کنوئیں کھودے جا رہے ہیں۔ اب ڈیرہ غازی خاں میں تیل کے ذخیرے ملے ہیں۔ ضلع وہاڑی میں بھی تیل کی تلاش کی جا رہی ہے۔ انشاء اللہ ہماری محنت ٹھکانے لگے گی اور بہت سا تیل مل جائے گا۔

قدرتی گیس

قدرتی گیس جلانے کے کام آتی ہے اور بہت سی حرارت دیتی ہے۔ یہ گیس کارخانوں اور گھروں میں ایندھن کے طور پر استعمال کی جاتی ہے۔ یہ قدرتی گیس ہمارے صوبے میں ضلع اٹک میں توت، ڈھلیاں اور ضلع جہلم میں بالکسر کے مقام پر نکلتی ہے۔ حال ہی میں ڈیرہ غازی خاں میں گیس کا ایک خاصا ذخیرہ ملا ہے جس کو استعمال کیا جائے گا۔ اس وقت

پنجاب میں یہ گیس کوئی زیادہ مقدار میں نہیں نکلتی، اِس لیے ہم جو گیس استعمال کر رہے ہیں وہ زیادہ تر صُوبہ بلوچستان سے آتی ہے۔

لوہا لوہا بہت کام کی چیز ہے، ضلع میانوالی میں چچالی اور کُلّہ خیل کے مقام پر لوہا ملتا ہے۔ اسی لیے کالا باغ (ضلع میانوالی) میں فولاد بنانے کا کارخانہ زیرِ غور ہے۔ ڈیرہ غازی خاں میں بھی راکھی مُون کے مقام پر لوہا ملتا ہے۔ وہاں بھی فولاد بنانے کا کارخانہ لگایا جائے گا۔

چُونے کا پتّھر چُونے کا پتّھر، سیمنٹ بنانے کے کام آتا ہے۔ یہ موسٰی خیل (ضلع میانوالی)، واہ (ضلع راولپنڈی) جبّی، جوہرآباد (ضلع خوشاب) اور شاہین آباد (ضلع سرگودھا) کھیوڑہ، ڈنڈوت، آڑہ، چوآ سیدن شاہ، رتوچھہ (ضلع جہلم) اور سخی سرور (ضلع ڈیرہ غازی خاں) میں ملتا ہے۔

جپسم جپسم بڑے کام کا پتّھر ہے، اِسے کھاد بنانے اور سیمنٹ بنانے میں اِستعمال کیا جاتا ہے۔ یہ کھیوڑہ، آڑہ، اسمٰعیل وال، ڈنڈوت (ضلع جہلم) موسٰی خیل (ضلع میانوالی) اور راکھی مُون (ضلع ڈیرہ غازی خاں) میں ملتا ہے۔

سلیکا شیشہ بنانے والی ریت چچالی، ڈٹا، کالا باغ، پائی خیل، بوری خیل (ضلع میانوالی) اور خوشاب (ضلع خوشاب) میں ملتی ہے۔

ڈولا مائیٹ ڈولا مائیٹ بھی چونے کے پتّھر کی قِسم ہے۔ یہ ضلع میانوالی میں ملتا ہے۔ یہ لوہا بنانے میں استعمال ہوتا ہے۔

چاہنا مٹّی یہ سفید رنگ کی مٹّی ڈنڈوت کے مقام پر ملتی ہے اور برتن بنانے کے کام آتی ہے۔

یورینیم

یہ دھات ضلع ڈیرہ غازی خاں میں کافی مقدار میں ملی ہے۔ یہ بہت قیمتی دھات ہے۔ یہ ایٹمی توانائی کی دھات ہے۔ ڈیرہ غازی خاں میں ایک ایٹمی مرکز قائم ہو رہا ہے جس میں یہ دھات استعمال ہو گی۔

بجری

بجری عمارتیں بنانے کے کام آتی ہے۔ یہ برہان پور، لارنس پور، حسن ابدال (ضلع اٹک) ماڑی انڈس (ضلع میانوالی) سنجانی اور ٹیکسلا (ضلع راولپنڈی) خوشاب اور جوہر آباد (ضلع خوشاب) چنیوٹ، ربوہ، چک نمبر 10 اور چک نمبر 11 (ضلع جھنگ) شاہ کوٹ اور سانگلہ ہل (ضلع شیخوپورہ) میں ملتی ہے۔ ضلع راولپنڈی میں سوآں کیمپ اور مرگلہ میں ریت بجری ملتی ہے جو عمارتیں بنانے کے کام آتی ہے۔

ابھی معدنیات تلاش کرنے میں بہت محنت اور تربیت کی ضرورت ہے۔ معدنیات جتنی زیادہ نکلیں گی اتنا ہی ہمارا ملک ترقی کرے گا۔

سبق: 10

کارخانے اور گھریلو صنعتیں

یہ بات تو تیسری جماعت میں بتائی جا چکی ہے کہ جتنے کارخانے اور گھریلو صنعتیں زیادہ ہوں گی، اتنا ہی لین دین زیادہ ہو گا، میل ملاپ بڑھے گا، ہمارے پاس زیادہ پیسے ہوں گے، ہم اچھے مکان بنائیں گے، اچھے کپڑے پہنیں گے، اچھے سکول بنائیں گے اور اچھی تعلیم حاصل کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ جن مُلکوں میں کارخانے زیادہ ہیں وہاں کے رہنے والے لوگ خُوش حال ہیں۔ اپنے کارخانوں میں بنی ہُوئی چیزیں دُوسرے مُلکوں کو بھیجتے ہیں اور خوب روپیہ کماتے ہیں۔

کارخانوں کا ایک اور بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اِن میں ہزاروں کارکُن کام کرتے ہیں۔ اُنھیں اُن کی محنت کا معاوضہ مِلتا ہے جس سے وُہ اپنے بال بچّوں کی ضرُوریات کو پُورا کرنے کے ساتھ ساتھ مُلک کی ترقّی میں حِصّہ لیتے ہیں۔ جو چیزیں یہاں بنتی ہیں اب ہم باہر سے نہیں منگواتے، اِس طرح ہم اپنا روپیہ بچا لیتے ہیں۔ جب ہم اپنی ضروریات سے زیادہ چیزیں بنانے لگ جاتے ہیں تو وُہ چیزیں باہر کے مُلکوں کے ہاتھ بیچ کر زرِ مبادلہ کماتے ہیں جس سے اور مشینیں خریدتے ہیں اور مزید کارخانے لگاتے ہیں۔ اِن کارخانوں کی وجہ سے بہُت سے لوگوں کو روزگار بھی مِل جاتا ہے۔ صرف ریلوے ورکشاپ، لاہور ہی میں ایک لاکھ کے

نقشے کو دیکھنے کے بعد مقصد پورا نہیں ہوتا

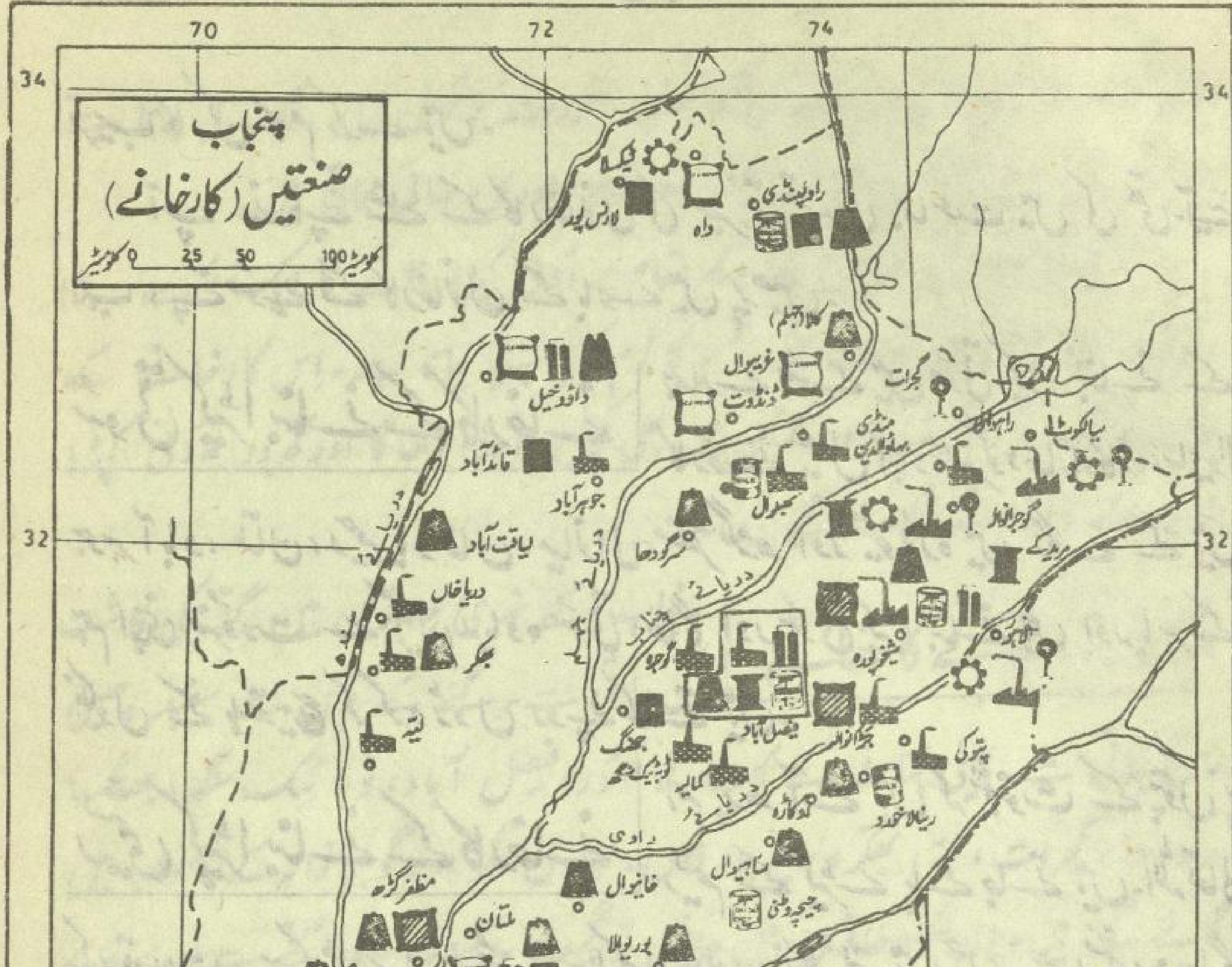

قریب کارکن کام کرتے ہیں۔

آپ نے اپنے ضلعے کے کارخانوں کی سیر تو تیسری جماعت میں کی تھی۔آیئے اب اپنے صوبے کے کارخانوں کے بارے میں پڑھیں۔

سُوتی کپڑا بنانے کے کارخانے

ہمارے صوبے میں سُوتی کپڑا بنانے کے کارخانے فیصل آباد، سرگودھا، اوکاڑہ، ساہیوال، جوہر آباد، ملتان، رحیم یار خاں، میانوالی، مظفر گڑھ اور شیخوپورہ میں لگائے گئے ہیں۔ ہم اپنی ضرورت سے کہیں زیادہ سُوتی دھاگا اور سُوتی کپڑا بناتے ہیں اور باہر کے مُلکوں کے ہاتھ بیچ کر کروڑوں روپے کماتے ہیں۔

ریشمی کپڑا بنانے کے کارخانے

ہم پڑھ آئے ہیں کہ شہتوت کے پتّوں پر ریشم کے کیڑے پالے جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کیڑے اپنے مُنہ سے ایک لعاب نکالتے ہیں جس سے ریشمی دھاگا بنتا ہے، اسے اصلی ریشم کہتے ہیں۔ اصلی ریشم بہت کم مقدار میں مِلتا ہے،اس لیے زیادہ تر کپڑا مصنوعی ریشمی دھاگے ہی سے بنایا جاتا ہے۔ضلع شیخوپورہ میں مرید کے کے قریب "ریان" دھاگا بنانے کی فیکٹری ہے۔ ریان سے ریشمی کپڑا بنایا جاتا ہے۔ہمارے صُوبے میں ریشمی کپڑا بنانے کے کارخانے فیصل آباد اور گوجرانوالہ میں قائم کیے گئے ہیں۔

اُونی کپڑا بنانے کے کارخانے

ہمارے صُوبے میں نیم پہاڑی اور ریگستانی عِلاقوں میں بہت سی بھیڑیں پالی جاتی ہیں۔اِن بھیڑوں سے بڑی ملائم اور عمدہ قسم کی اُون حاصل کی جاتی ہے۔ اِس

اُون کو کارخانوں میں صاف کر کے خوب صورت رنگوں میں رنگ لیا جاتا ہے۔ پھر اِن سے سویٹر، گرم کپڑے، کمبل اور گرم چادریں بنائی جاتی ہیں۔

ضلع اٹک میں لارنس پور کے مقام پر اُونی کپڑا بنانے کا ایک بہت بڑا کارخانہ ہے جس میں بہت عمدہ قسم کا گرم کپڑا بنایا جاتا ہے۔ اِس کارخانے کے علاوہ جھنگ، راولپنڈی اور ملتان میں بھی کمبل، اُونی دھاگا اور کھردرا اُونی کپڑا بنانے کے کارخانے لگائے گئے ہیں۔

چینی بنانے کے کارخانے

پنجاب کے نہری علاقوں میں گنّے کی کاشت کی جاتی ہے۔ گنّے کے رس سے سفید چینی بنائی جاتی ہے۔ چینی بنانے کے کارخانے قصور، فیصل آباد، ٹوبہ ٹیک سنگھ، جھنگ، سرگودھا، گجرات، لیّہ، بھکّر، رحیم یار خاں، بہاول نگر اور گوجرانوالہ کے ضلعوں میں لگائے گئے ہیں۔ اِن کارخانوں میں جائیں تو گیٹ کے باہر ہی گنّے سے لدے ہوئے ٹرک، گڈّے اور ریڑھے کھڑے ہوتے ہیں۔ یہاں گنّے کو تول کر کارخانے میں بھیج دیا جاتا ہے اور گنّے کے مالک روپے لے کر اپنے گھروں کی راہ لیتے ہیں۔

کھاد بنانے کے کارخانے

ہمارا صُوبہ زراعت کے لیے مشہور ہے۔ زیادہ فصل حاصل کرنے کے لیے کھاد بہت ضروری چیز ہے۔ پہلے ہم باہر سے کھاد منگوایا کرتے تھے، لیکن اَب ہمارے صُوبے میں کئی ایک کارخانے قائم ہو گئے ہیں۔ آپ نے "ببّر شیر یوریا" کا نام تو سُنا ہو گا۔ یہ کھاد کی ایک قسم کا نام ہے اور جس کارخانے میں یہ کھاد تیار کی جاتی ہے، وہ ضلع

شیخوپورہ میں واقع ہے۔ اِس کے علاوہ داؤد خیل، ملتان، فیصل آباد اور ماچھی گوٹھ (ضلع رحیم یار خاں) میں کھاد بنانے کے کارخانے قائم کیے گئے ہیں۔

لوہے سے سامان بنانے کے کارخانے

بھئی! یہ ساری مشینیں، یہ ٹریکٹر، عمارتوں کا سریا حتیٰ کہ سُوئی سے لے کر انجنوں تک تمام چیزیں لوہے کی بنی ہوتی ہیں۔ سب سے اچھا لوہا فولاد کہلاتا ہے۔ ہمارے صوبے میں کالاباغ کے مقام پر فولاد کا کارخانہ لگانے کا منصوبہ زیرِ غور ہے۔ اِس وقت لوہے کا سامان بنانے کے لیے لاہور میں کئی کارخانے ہیں، جن میں ریلوے ورکشاپ اور "پیکو" بہت مشہور ہیں۔ اِن کے علاوہ ٹیکسلا کے مقام پر بھاری مشینیں بنانے کا کارخانہ بن گیا ہے۔ جب یہاں فولاد بننے لگے گا تو ہم تمام قِسم کی مشینیں اپنے مُلک ہی میں بنائیں گے۔ ضلع گوجرانوالا اور سیالکوٹ میں لوہے، سٹین لیس سٹیل اور جست سے سامان بنانے کے بہت سے کارخانے قائم ہیں۔

سیمنٹ بنانے کے کارخانے

سیمنٹ، چُونے کے پتھر اور جپسم سے بنایا جاتا ہے۔ ہمارے صوبے میں سیمنٹ بنانے کے کارخانے ضلع راولپنڈی، ضلع میانوالی، ضلع جہلم اور ضلع مُلتان میں لگائے گئے ہیں۔

چاول چھڑنے کے کارخانے

ضلع گوجرانوالا، ضلع سیالکوٹ، ضلع شیخوپورہ اور ضلع لاہور میں لگائے گئے ہیں۔ اِن علاقوں میں بہت عُمدہ قِسم کا باسمتی چاول پیدا ہوتا ہے۔ ہم یہ چاول باہر کے

ملکوں کو بھی بھیجتے ہیں اور اِس سے کروڑوں روپے کماتے ہیں۔

آٹا پیسنے کے کارخانے قریباً ہر ضلع کے بڑے بڑے شہروں اور قصبوں میں قائم ہیں تاکہ آٹا آسانی سے مِل سکے۔

دُودھ خُشک کر کے ڈبّوں میں بند کرنے کے لیے بھلوال (ضلع سرگودھا) اور رینالہ خُورد (ضلع اوکاڑہ) میں کارخانے لگائے گئے ہیں۔

پٹ سن سے مختلف مصنوعات بنانے کے کارخانے: اب ہمارے صُوبے میں پٹ سن کی کاشت کو بہُت رواج دیا جا رہا ہے۔ پٹ سن سے بوریاں، رسّے، رسّیاں، ٹاٹ اور قالین وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ پٹ سن سے دھاگا بنانے اور بوریاں بنانے کے کارخانے جڑانوالا اور مظفّر گڑھ میں لگائے گئے ہیں۔

بجلی کی موٹریں اور پنکھے بنانے کے کارخانے

پاکستان کے بنے ہُوئے بجلی کے پنکھے بہُت پائدار ہیں۔ یہ بہُت عرصہ چلتے رہتے ہیں اور خراب نہیں ہوتے۔ خانہ کعبہ اور مسجدِ نبوی میں پاکستانی ساخت کے پنکھے لگے ہُوئے ہیں۔ اکثر مُسلمان مُمالک ہم سے پنکھے منگواتے ہیں۔ بجلی کے پنکھے بنانے کی صنعت میں ضِلع گجرات بہُت مشہُور ہے۔ ضِلع گجرات کے علاوہ گوجرانوالا، سیالکوٹ اور لاہور کے ضِلعوں میں بھی بہُت اچھّی قِسم کے پنکھے اور اس کے ساتھ ساتھ بجلی کی موٹریں بنائی جاتی ہیں۔

بناسپتی گھی تیّار کرنے کے کارخانے

جُوں جُوں ہمارے مُلک کی آبادی بڑھتی جا رہی ہے، دیسی گھی ہمارے لیے ناکافی ہوتا جا رہا ہے۔ اِس لیے اب زیادہ تر گھی، بنولوں سے بنایا جاتا ہے،

اِسے بناسپتی گھی کہتے ہیں۔ بناسپتی گھی تیّار کرنے کے کارخانے فیصل آباد، شیخوپورہ، ساہیوال، راولپنڈی، مُلتان اور رحیم یار خاں کے اضلاع میں لگائے گئے ہیں۔

گھریلو صنعتیں

جہاں مُلک کی ترقّی کے لیے کارخانے ضروری ہیں، وہاں گھریلو صنعتوں کی اہمیّت بھی بہُت زیادہ ہے۔ ہم اپنے گھر بیٹھے بٹھائے کام کرسکتے ہیں۔ ہمارے دیہات میں کِسانوں کے پاس فارغ وقت بھی ہوتا ہے۔ اگر ہم اِس فارغ وقت میں دستی کام کریں یا بجلی سے چلنے والی چھوٹی مشینیں لگا کر کام کریں تو خُوش حال ہو سکتے ہیں۔ ہم خُوش حال ہوں گے تو ہمارا مُلک بھی خُوش حال ہو گا۔ بہُت سے کارکن، گھریلو صنعتوں میں لگ جائیں گے اور اس سے بیروزگاری کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔

پنجاب میں بعض عِلاقوں نے بعض کاموں میں خاص شہرت حاصِل کرلی ہے اور وہاں کی ہاتھ سے بنی ہوئی چیزیں باہر کے مُلکوں میں بھی بھیجی جاتی ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہاتھ سے چیزیں اِتنی عُمدہ اور اِتنی زیادہ بنائیں کہ باہر کے مُلک ہم سے یہ چیزیں خریدیں۔ اِس طرح ہم لاکھوں روپے کمائیں گے اور مُلک کی ترقّی میں حِصّہ لیں گے۔

کھڈیوں پر کپڑا بُننا:۔ آج سے چند سال پہلے ہمارے جولاہے ہاتھ سے چلنے والی کھڈیوں پر کام کرتے تھے اور کھدّر بناتے تھے، لیکن اب تو جا بجا بجلی سے چلنے والی کھڈیاں لگ گئی ہیں۔ فیصل آباد اور گوجرانوالا کے ضِلعوں میں جہاں بھی

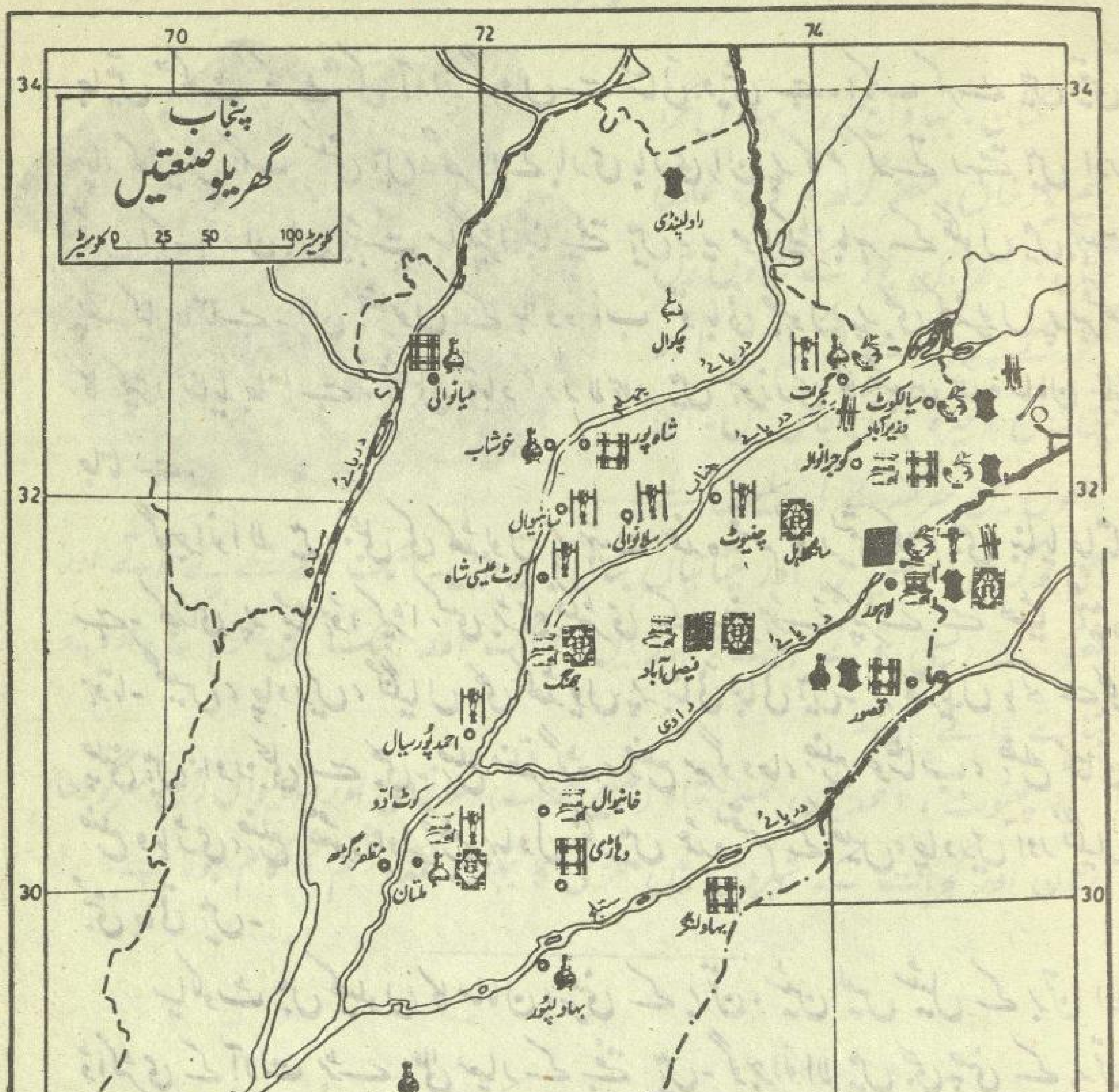
پنجاب
گھریلو صنعتیں
کلومیٹر 0 25 50 100 کلومیٹر
70
72
74
34
32
30
28
راولپنڈی
چکوال
میانوالی
خوشاب
شاہ پور
گجرات
سیالکوٹ
وزیرآباد
گوجرانوالہ
بھلوال
سلانوالی
چنیوٹ
سانگلہ ہل
کوٹ عیسیٰ شاہ
لاہور
جھنگ
فیصل آباد
قصور
احمد پور سیال
کوٹ ادو
خانیوال
وہاڑی
مظفر گڑھ
ملتان
بہاولنگر
بہاولپور
احمد پور شرقیہ
رحیم یار خان
دریائے سندھ
لکڑی کا سامان
چمڑے کا سامان
کھیل اور جراحی کا سامان
کھڈیوں پر کپڑا
لنگیاں کھیس وغیرہ
چینی اور سٹیل کا سامان
مٹی کے برتن

جائیں "کھٹ کھٹ" کی آواز گھروں سے سُنائی دیتی ہے۔ ایک کمرے میں تین چار کھڈیاں لگ سکتی ہیں۔ گھر والے باری باری ان پر کام کرتے رہتے ہیں اور یُوں ایک دن میں بہت سا کپڑا بنا لیتے ہیں۔ یہ موٹا کپڑا باہر کے مُلکوں میں بہت پسند کیا جاتا ہے۔ اِن ضلعوں کے علاوہ اب تو باقی جگہوں پر بھی کھڈیوں پر ہر قسم کا کپڑا بنایا جاتا ہے۔ فیصل آباد اور لاہور میں ہوزری کا بہت عُمدہ سامان بنایا جاتا ہے۔

گوجرانوالا میں بجلی کی کھڈیوں پر بہت عمدہ قسم کا ریشمی کپڑا بھی بنایا جاتا ہے۔ کھڈی پر بُنا ہُوا کپڑا کسی بڑی فیکٹری کے بنے ہُوئے کپڑے سے گھٹیا نہیں ہوتا۔ کھیس، چادریں، لُنگیاں بھی کھڈیوں پر بنائی جاتی ہیں۔ یہ کھڈیاں ہاتھ سے بھی چلتی ہیں اور بجلی سے بھی۔ ضلع مظفر گڑھ، ضلع سرگودھا، ضلع خوشاب، ضلع مُلتان، ضلع وہاڑی، ضلع قصُور اور ضلع بہاول نگر میں عمدہ قسم کے کھیس، چادریں اور لُنگیاں بُنی جاتی ہیں۔

سیالکوٹ میں کھیلوں کا سامان، چینی کے برتن، سٹین لیس سٹیل کے برتن اور ڈاکٹری کے آلات بڑے اعلیٰ معیار کے بنتے ہیں۔ گوجرانوالا میں بھی چینی کے برتن، سٹین لیس سٹیل کے برتن، ٹرنک، چھُریاں، کانٹے وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔

ضلع گجرات، ضلع میانوالی، ضلع ملتان، ضلع رحیم یار خاں، ضلع بہاول پُور اور ضلع سرگودھا میں بڑی عُمدہ قسم کے مٹّی کے برتن بنائے جاتے ہیں۔ کچھ برتن تو اتنے باریک ہوتے ہیں کہ انھیں "کاغذی برتن" کہتے ہیں۔ بہاول پُور میں برتنوں پر نقش و نگار بھی کیا جاتا ہے۔ مُلتان اور بہاول پُور میں اُونٹ کی کھال سے لیمپ شیڈ بنائے جاتے ہیں۔

مُلتان، بہاول پُور، بہاول نگر، رحیم یار خاں، مظفّر گڑھ، ڈیرہ غازی خاں اور راجن پُور کے ضلعوں میں کھجُور کے پتّوں سے ٹوکریاں اور چٹائیاں وغیرہ بنائی جاتی ہیں۔ اِن ضلعوں میں سرکنڈے کی تیلیوں سے بھی ٹوکریاں، چنگیریں اور چٹائیاں بنائی جاتی ہیں۔ اٹک کے تِلّے کے جُوتے اور قصُور کے دیسی جُوتے بہُت مشہُور ہیں۔ جھنگ اور اٹک میں گرم کمبل اور پٹّو بنائے جاتے ہیں۔

چینوٹ، احمد پُور، عیسٰی شاہ (ضلع جھنگ) سلانوالی اور ساہیوال (ضلع سرگودھا) مُلتان اور گجرات کے شہروں میں لکڑی کا بہُت عُمدہ قِسم کا کام ہوتا ہے۔

سبق : 11

ذرائع آمد و رفت

بچّوں کو گرمیوں کی چھٹیوں کا بے تابی سے اِنتظار تھا۔ اِدھر چھُٹیاں شروع ہُوئیں، اُدھر اکثر بچّے اپنی کتابیں اور چھُٹیوں کا کام ساتھ لیے اپنے رشتہ داروں کے ہاں چل دیے۔

ریلیں

چھُٹیاں ختم ہُوئیں تو سکُولوں میں وُہی گہما گہمی شرُوع ہو گئی۔ جب اُستاد صاحب کمرۂ جماعت میں داخل ہُوئے تو بچّوں نے زور سے السّلامُ علیکُم کہا اور آپس میں باتیں کرنے لگے۔ اُستاد صاحب سمجھ گئے کہ بچّے ایک دُوسرے کو چھُٹیوں کے بارے میں بتا رہے ہیں۔

اُستاد صاحب بچّوں کا جوش و خروش دیکھ کر بہُت خُوش ہُوئے۔ اُنھوں نے الماری میں سے صُوبہ پنجاب کا دیواری نقشہ نکالا اور اُسے سامنے دیوار پر لٹکا دیا۔ نقشے کو دیکھ کر بچّوں کی دلچسپی اور بڑھ گئی کیونکہ وُہ نقشے پر اُن سڑکوں اور ریلوے لائنوں کے نشانات دیکھنا چاہتے تھے جن پر اُنھوں نے سفر کیا تھا۔

اُستاد صاحب نے سب سے پہلے اَسلم سے کہا کہ وُہ اپنے سفر کا حال سُنائے۔ اَسلم جھٹ کھڑا ہو گیا اور دیوار پر لٹکے ہُوئے نقشے کے قریب آیا۔ اُس نے بتایا کہ چھُٹیوں میں وُہ اپنی بڑی باجی کے ہاں گیا تھا۔ اُس کی باجی صادق آباد

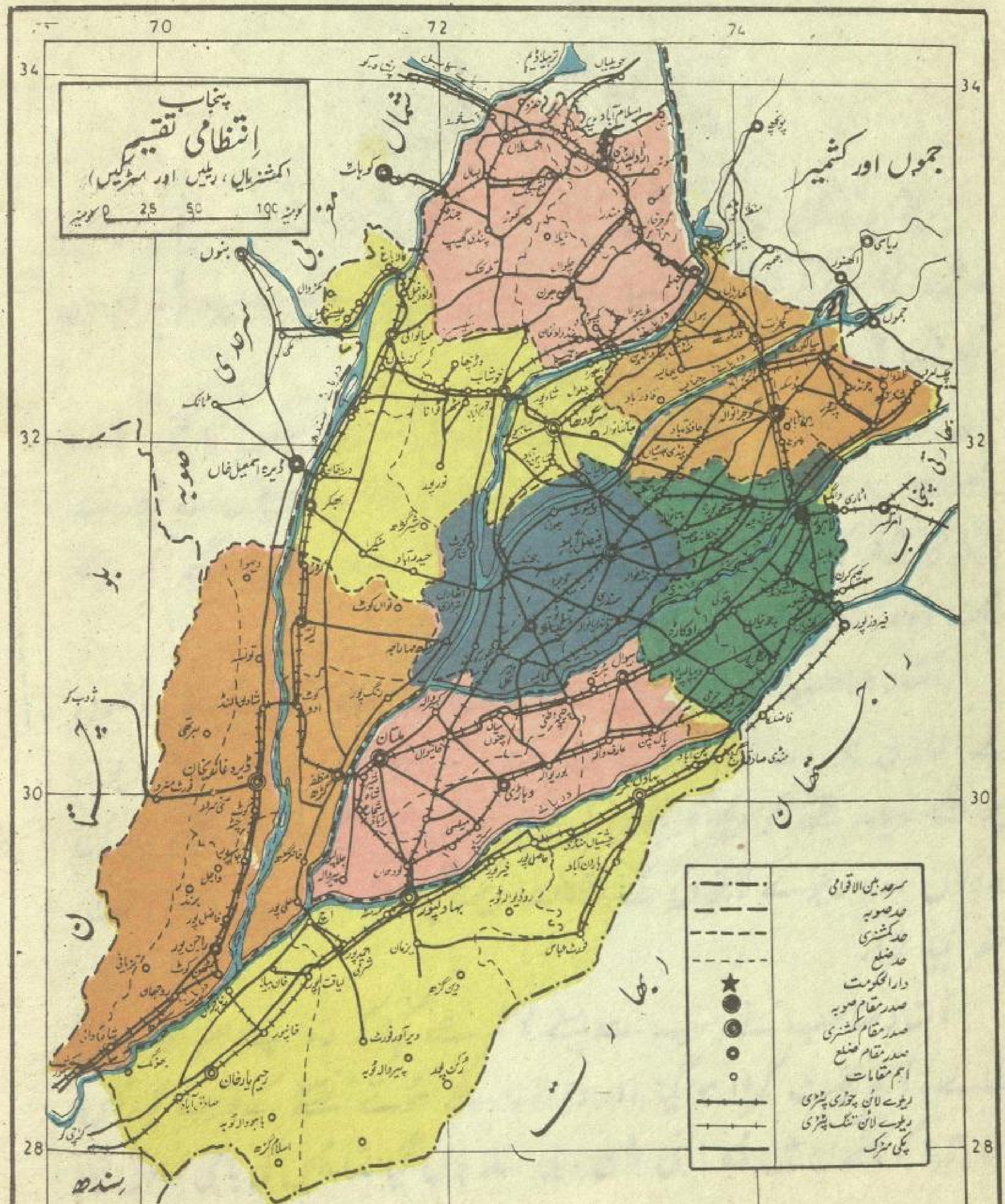
پنجاب
اِنتظامی تقسیم
(کمشنریاں، ریلیں اور سڑکیں)
میل 0 25 50 100 میل
سرحد بین الاقوامی
حد صوبہ
حد کمشنری
حد ضلع
دارالحکومت
صدر مقام صوبہ
صدر مقام کمشنری
صدر مقام ضلع
اہم مقامات
ریلوے لائن چوڑی پٹڑی
ریلوے لائن تنگ پٹڑی
پکی سڑک
جموں اور کشمیر
سندھ
بنوں
کوہاٹ
ڈیرہ اسمٰعیل خاں
ڈیرہ غازی خان
ملتان
بہاولپور
رحیم یار خان
سرگودھا
فیصل آباد
امرتسر
فیروزپور
70
72
74
34
32
30
28

میں رہتی ہیں۔

اُس نے بتایا کہ وہ اپنی امّی کے ساتھ صُبح کے وقت لاہور سے خیبر میل میں سوار ہُوا اور شام کے وقت صادق آباد پہنچ گیا۔ یہ گاڑی بہت تیز چلی اور صرف بڑے بڑے سٹیشنوں ہی پر رُکی۔ اَسلم لکڑی کی چھڑی سے ریلوے لائن دِکھاتا گیا اور اُن سٹیشنوں کے نام لیتا گیا، جہاں جہاں گاڑی رُکی تھی۔ بچّوں نے اپنی معاشرتی علوم کی کتاب کھولی اور کتاب میں دیے ہُوئے ریلوں کے نقشے میں رائے وِنڈ، اوکاڑہ، ساہیوال، خانیوال، مُلتان، بہاول پُور، خان پُور اور رحیم یار خاں کے نام پڑھے۔

اَسلم اور اُس کی اَمّی تو صادق آباد اُتر گئے، لیکن گاڑی آگے کراچی کے لیے روانہ ہو گئی۔ جس ریلوے لائن پر یہ گاڑی چلتی ہے، اُسے "مین لائن" کہتے ہیں۔ یہ لائن ہمارے مُلک کی سب سے بڑی ریلوے لائن ہے۔

مین لائن کا نام سُنتے ہی مسعُود فوراً بول پڑا کہ اُس نے بھی اپنے ابّا جان کے ساتھ لاہور سے راولپنڈی جاتے ہُوئے مین لائن ہی پر سفر کیا تھا۔ راولپنڈی جاتے ہُوئے وُہ گوجرانوالا، وزیر آباد، گجرات، لالہ موسیٰ، جہلم، گوجر خاں اور چک لالہ کے بڑے سٹیشنوں سے گزُرے۔

مسعُود نے بتایا کہ اِس دفعہ اُنھوں نے چھُٹیّاں مَری میں گزُاریں۔ اُس نے بتایا کہ راولپنڈی پہنچ کر اُس کی خوُشی کی کوئی انتہا نہ رہی جب اُس نے دیکھا کہ اُس کا چچا زاد بھائی کامران اپنی اَمّی کے ساتھ پہلے ہی مظفّر گڑھ سے راولپنڈی پُہنچا ہُوا تھا۔ کامران نے مسعُود کو بتایا کہ وُہ مظفّر گڑھ سے اس گاڑی میں سوار ہوتے

جو ملتان سے آئی اور راستے میں لیہ، بھکر، دریا خاں، پپلاں، کندیاں، میانوالی، ماڑی انڈس، بسال، فتح جنگ اور گولڑہ کے سٹیشنوں سے ہوتی ہوئی راولپنڈی پہنچی۔ کامران نے بتایا کہ جب وہ گولڑہ پہنچے تو اُن کی گاڑی کو کھڑا کر دیا گیا اور ایک تیز رفتار گاڑی پشاور کی طرف سے آئی جو بغیر رُکے آگے چلی گئی۔ یہ تیز رفتار گاڑی اٹک، لارنس پُور اور حسن ابدال سے آئی اور راولپنڈی چلی گئی۔

مسعود کے ایک اور عزیز چکوال (ضلع جہلم) سے آتے تھے۔ مسعود نے بتایا کہ وُہ پسنجر گاڑی میں آئے اور تھوڑا سا سفر کئی گھنٹوں میں طے کیا۔ مندرہ سٹیشن پر اُن کی گاڑی بھی مین لائن سے آ ملی۔

نوید خاموش بیٹھا تھا۔ اُستاد صاحب نے نوید سے پُوچھا کہ بھئی تُم نے چھٹیاں کہاں گزاریں۔

نوید نے بتایا کہ وُہ لاہور سے اپنے خالو کے ہاں سیالکوٹ گیا تھا۔ جس گاڑی میں وُہ سوار تھا وُہ وزیر آباد تک تو مین لائن پر گئی، پھر سیالکوٹ براستہ سمبڑیال پہنچی۔

سیالکوٹ کا نام سُن کر محمود بولا کہ وہ بھی سیالکوٹ گیا تھا لیکن اُس کی گاڑی بدوملہی اور نارووال سے ہوتی ہوئی سیالکوٹ پہنچی۔ اُس نے یہ بھی بتایا کہ جب وُہ نارووال پہنچے تو دُوسری لائن پر ایک اور مُسافر گاڑی کھڑی تھی۔ اُس کے بھائی جان نے اُسے بتایا کہ وُہ گاڑی چک امرُو سے براستہ شکر گڑھ آئی ہے۔ چک امرُو سے تھوڑا سا آگے جائیں تو بھارت کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے۔ اُستاد صاحب نے تمام لڑکوں پر نظر دوڑائی تو دیکھا کہ پرویز زور زور سے ہاتھ ہلا رہا ہے۔ اُستاد صاحب مُسکرائے اور پرویز کی طرف اِشارہ کیا۔ وُہ

فوراً ہی نقشے کے قریب آیا اور اُس نے بتایا کہ اُس کے بڑے بھائی داؤد خیل میں سیمنٹ کی فیکٹری میں کام کرتے ہیں۔ وُہ اپنی باجی اور امّی کے ساتھ چھٹیاں گزارنے وہاں گیا تھا۔ اُس کی گاڑی پُورے بارہ گھنٹے کے بعد وہاں پہنچی۔ اُس نے بتایا کہ اُس کے راستے میں پہلا بڑا سٹیشن شیخوپُورہ آیا۔ وہاں دُوسرے پلیٹ فارم پر ایک اور گاڑی کھڑی تھی۔ پرویز کی امّی نے بتایا کہ وُہ گاڑی لمبا سفر طے کر کے شور کوٹ روڈ سے آئی تھی۔ وُہ گاڑی پیر محل سے تاندلیانوالا، جڑانوالہ اور ننکانہ صاحب سے ہوتی ہوئی شیخوپُورہ پہنچی تھی۔ جب سانگلہ ہل پہنچے تو ایک اور گاڑی کا "کراس" تھا۔ وُہ گاڑی وزیر آباد سے آئی تھی۔ سانگلہ ہل کے بعد گاڑی فیصل آباد پہنچی تو وہاں ایک اور کراس ہُوا۔ وہاں خانیوال سے آنے والی گاڑی کا انتظار ہو رہا تھا۔ وُہ گاڑی لیٹ تھی۔ اِس واسطے اُنھیں بھی کوئی آدھ گھنٹہ رُکنا پڑا۔ خانیوال سے آنے والی گاڑی سٹیشن پر پہنچی تو پھر اُن کی گاڑی کا سگنل نیچے ہُوا۔ گاڑی آہستہ آہستہ چل پڑی۔ گاڑی پھر چک جھمرہ آئی اور سرگودھا کی طرف مُڑی۔ راستے میں چنیوٹ اور ربوہ سے ہوتی ہوئی جب گاڑی شاہین آباد پہنچی تو ایک اور گاڑی پہلے ہی وہاں کھڑی تھی۔ وُہ گاڑی شور کوٹ روڈ سے آئی تھی۔

سرگودھا سے آگے گاڑی شاہ پُور صدر، خوشاب، جوہر آباد، قادر آباد سے ہوتی ہوئی کُندیاں پُہنچی۔ کُندیاں کے سٹیشن پر آدھ گھنٹہ ٹھہرنے کے بعد گاڑی میانوالی کے لیے روانہ ہُوئی جہاں سے کُچھ دیر بعد گاڑی داؤد خیل پہنچی۔ وہاں پلیٹ فارم پر پرویز کے بھائی جان نظر آ گئے۔ اُنھیں دیکھ کر پرویز کی سفر کی

ساری تھکان دُور ہو گئی۔

اُستاد صاحب نقشے کے قریب آئے اور بچّوں کو بتایا کہ چھٹیوں میں وہ پاک پٹن شریف گئے تھے۔ اُنھوں نے بتایا کہ اُن کی گاڑی رائے وِنڈ، راجا جنگ، قصُور، کنگن پُور اور حویلی سے ہوتی ہُوئی پاک پٹن شریف پہنچی۔ ماسٹر صاحب نے بتایا کہ وہ گاڑی آگے لودھراں تک جاتی ہے۔

جب تمام بچّے اپنے اپنے سفر کا حال بتا چُکے تو اُستاد صاحب نے بتایا کہ ہمارے صُوبے میں چند ریلوے لائنیں اور بھی ہیں۔ اِن میں سے ایک برانچ لائن سمہ سٹّہ سے بہاول نگر ہوتی ہُوئی منڈی صادق گنج اور امروکا کو جاتی ہے اور دُوسری لائن بہاول نگر ہوتی ہُوئی فورٹ عبّاس تک جاتی ہے۔ فورٹ عبّاس بھارت کی سرحد کے قریب ایک پُرانا قصبہ ہے۔

اُستاد صاحب نے ایک اور ریلوے لائن کو بھی نقشے پر دکھایا۔ یہ لائن کوٹ ادّو سے ڈیرہ غازی خاں اور رُوجھان سے ہوتی ہُوئی کشمور تک جاتی ہے۔

سڑکیں

اُستاد صاحب نے نقشہ پر صُوبے کی مشہُور سڑکیں بھی دکھائیں اور بتایا کہ ہزاروں لوگ ریلوں کے علاوہ بسوں اور ویگنوں میں بھی سفر کرتے ہیں۔

اُستاد صاحب نے بتایا کہ پنجاب کی اہم سڑک ایک تو لاہور سے گوجرانوالا، وزیر آباد، گجرات، جہلم، راولپنڈی اور اٹک سے ہوتی ہُوئی پشاور کو جاتی ہے اور دُوسری طرف لاہور سے اوکاڑہ، ساہیوال، خانیوال، مُلتان، بہاول پُور، خان پُور، رحیم یار خاں اور صادق آباد سے ہوتی ہُوئی کراچی کی طرف جاتی ہے۔ اِس بڑی سڑک کو شاہراہِ پاکستان کہتے ہیں۔

لاہور سے ایک سڑک شیخوپورہ، پنڈی بھٹیاں، چنیوٹ، سرگودھا، خوشاب، میانوالی ہوتی ہوئی کالا باغ تک جاتی ہے۔ شیخوپورہ سے ایک سڑک گوجرانوالا کو اور دُوسری فیصل آباد سے ہوتی ہوئی جھنگ جاتی ہے جہاں سے مظفّر گڑھ، علی پُور، ڈیرہ نواب صاحب کے راستے رحیم یار خاں کے مقام پر شاہراہِ پاکستان سے مل جاتی ہے۔

اُستاد صاحب نے بچّوں کو بتایا کہ اِن سڑکوں کے علاوہ اور بھی بہت سی پکّی سڑکیں ہیں جو بڑے بڑے شہروں اور قصبوں کو آپس میں ملاتی ہیں۔ کچّی سڑکیں دیہات کو آپس میں ملاتی ہیں۔

ہَوائی راستے

اُستاد صاحب نے ہَوائی جہاز کی ایک بڑی سی تصویر دکھا کر بچّوں کو بتایا کہ اگر جلدی سفر کرنا ہو تو ہَوائی جہاز سے سفر کرتے ہیں۔ اُنھوں نے نقشے پر دکھایا کہ ہمارے صُوبے میں لاہور، راولپنڈی، فیصل آباد اور ملتان کے ہَوائی اڈّے ہیں جہاں سے ہم صُوبے کے اِن شہروں کے عِلاوہ کراچی، پشاور اور کوئٹہ تک پاکستان میں سفر کر سکتے ہیں اور اگر چاہیں تو پاکستان کے باہر بھی جہاز کے ذریعے جا سکتے ہیں۔

دریائی راستے

اُستاد صاحب نے بتایا کہ سفر اور سامان بھجوانے کا سب سے سَستا طریقہ کشتیوں یا سٹیمر کے ذریعے دریائی سفر ہے۔ مظفّر گڑھ سے ڈیرہ غازی خاں جاتے ہُوئے گرمیوں کے موسم میں سٹیمروں کے ذریعے دریائے سندھ کو پار کرتے ہیں۔

ضلع میانوالی، مظفّر گڑھ اور ڈیرہ غازی خاں میں مُسافروں اور سامان کو ایک جگہ سے دُوسری جگہ لے جانے کے لیے دریائے سندھ میں کشتیاں استعمال کی جاتی ہیں۔

سبق: 12

خبریں پہنچانے کے وسائل

اخبار حامد کے ابّا ہر روز اخبار پڑھتے ہیں، اخبار میں ہر طرح کی خبریں ہوتی ہیں، کچھ اپنے مُلک کی اور کچھ دُوسرے مُلکوں کی۔ چند ایک مضامین بھی ہوتے ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ دُنیا میں کیا کچھ ہو رہا ہے۔ دُنیا میں ایک جگہ سے دُوسری جگہ خبریں پہنچانے کے لیے کئی ایک ایجنسیاں قائم ہیں۔ یہ ایجنسیاں اپنے نمائندوں کے ذریعے خبریں وصُول کرتی ہیں اور دُنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچاتی ہیں۔ اخباروں کے نمائندے مختلف شہروں میں موجود ہوتے ہیں جو اپنے عِلاقے سے متعلق خبریں، اپنے اخبار کے صدر دفتر میں پہنچاتے ہیں اور یہ خبریں وہاں سے اخبار میں چھپ جاتی ہیں۔

خبریں اکثر ٹیلی فون، تار یا خط کے ذریعے ایک شہر سے دُوسرے شہر میں پہنچائی جاتی ہیں اور پھر اخبار کے ذریعے ہر صُبح پڑھنے والوں تک پہنچ جاتی ہیں۔

ریڈیو صبح، دوپہر، شام اور رات کے وقت حامد کے ابّا ریڈیو سے خبریں سُنتے ہیں۔ خبروں کے علاوہ ریڈیو سے اور بھی کئی قِسم کے پروگرام نشر ہوتے ہیں، مثلاً تقریریں، قوالیاں، نعتیں، بچّوں کے پروگرام، خواتین کے پروگرام، طالب عِلموں کا پروگرام، موسیقی کا پروگرام وغیرہ۔ حامد کے گھر بجلی سے چلنے والا ایک ریڈیو ہے جس سے پاکستان، بھارت، ایران، افغانستان، برطانیہ اور کئی دُوسرے مُلکوں

کے پروگرام صاف سُنے جا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک چھوٹا سا ٹرانسسٹر ریڈیو بھی ہے جو بیٹری کے سیلوں سے چلتا ہے۔ اسے ہم ہر جگہ لے جا کر سُن سکتے ہیں۔ صُوبہ پنجاب میں بہاول پُور، فیصل آباد، ملتان، لاہور اور راولپنڈی کے مقامات پر ریڈیو سٹیشن قائم ہیں۔

ٹیلی ویژن

نجمہ کے گھر میں ایک ٹیلی ویژن سیٹ ہے۔ یہ ٹیلی ویژن سیٹ، نجمہ کے ابّا نے پچھلے سال خریدا تھا۔ ٹیلی ویژن کے اکثر پروگرام شام کو ہوتے ہیں۔ ٹیلی ویژن پر آواز کے ساتھ ساتھ بولنے والے کی تصویر بھی نظر آتی ہے، اس لیے یہ ریڈیو سے زیادہ دلچسپ لگتا ہے۔ ٹیلی ویژن پر خبریں، بچّوں کے پروگرام، ڈرامے، نغمے اور عام واقفیت بڑھانے والے دیگر پروگرام بھی دکھائے جاتے ہیں۔

اخبار، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے واقفیت بڑھتی ہے۔ ہمیں پتا چلتا ہے کہ دُنیا میں کیا کچھ ہو رہا ہے۔ اِس کے علاوہ ہمیں اپنے مُلک کے حالات کا بھی علم ہوتا رہتا ہے۔

سبق: 13

صُوبے کا اِنتظام

اِنتظامی تقسیم

احسن اپنے چچا کے ہاں لاہور گیا ہُوا تھا۔ ایک روز اُس کے چچا جان، شام کے وقت اُسے سیر کرانے لے گئے۔ جب اُن کی بس شاہراہِ قائدِ اعظم پر سے گزر رہی تھی تو احسن کو ایک شاندار عمارت نظر آئی۔ پولیس کے سپاہی وردیاں پہنے، بندوقیں اُٹھائے اُس کے دروازہ پر پہرہ دے رہے تھے۔ احسن کو اُس کے چچا جان نے بتایا کہ یہ عمارت، گورنمنٹ ہاؤس کہلاتی ہے۔

گھر آکر احسن نے پُوچھا "چچا جان گورنمنٹ ہاؤس میں کون رہتا ہے؟" چچا جان بولے! "اِس میں صُوبہ پنجاب کا گورنر رہتا ہے۔ گورنر صُوبے کے اِنتظام کا ذمّہ دار ہوتا ہے۔ بھلا بتائیں تو ضِلعے کا اِنتظام کِس کے سُپرد ہوتا ہے؟" احسن بولا! "مَیں نے تیسری جماعت کی کتاب میں پڑھا تھا کہ ضِلعے کا اِنتظام ڈپٹی کمشنر کی ذمّہ داری ہوتی ہے۔" "بالکل ٹھیک" چچا جان نے کہا۔ آئیں اب آپ کو یہ سمجھاؤں کہ صُوبے بھر کا اِنتظام کیسے ہوتا ہے۔ چچا جان نے ایک نقشہ میز پر پھیلایا، پھر احسن کو قریب بُلا کر نقشہ دکھایا اور کہنے لگے، پنجاب بُہت بڑا صُوبہ ہے۔ اِس کا اِنتظام بہتر طریقے سے چلانے کے لیے اِس کو آٹھ حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر حِصّے کو ڈویژن یا کمشنری کہتے ہیں۔ اب آپ صفحہ 79 کے سامنے

دیے گئے نقشے کو غور سے دیکھیے۔ اِس میں صُوبہ پنجاب کی کمشنریاں الگ الگ رنگوں میں دکھائی گئی ہیں۔ بھلا بتائیے تو صُوبہ پنجاب میں کتنی کمشنریاں ہیں؟ احسن نے نقشہ دیکھ کر بتایا۔ کمشنری راولپنڈی، کمشنری گوجرانوالا، کمشنری سرگودھا، کمشنری فیصل آباد، کمشنری لاہور، کمشنری ملتان، کمشنری بہاول پُور اور کمشنری ڈیرہ غازی خاں۔

"شاباش"! اچھا جان نے کہا ہر کمشنری میں کئی ضلعے ہوتے ہیں اور ہر ضلعے میں کئی تحصیلیں۔

1 راولپنڈی کمشنری میں راولپنڈی، اٹک اور جہلم کے ضلعے شامل ہیں۔
2 سرگودھا کمشنری میں سرگودھا، خوشاب، بھکّر اور میانوالی کے اضلاع شامل ہیں۔
3 فیصل آباد کمشنری میں فیصل آباد، جھنگ اور ٹوبہ ٹیک سنگھ کے اضلاع شامل ہیں۔
4 گوجرانوالا کمشنری میں گوجرانوالا، سیالکوٹ اور گجرات کے اضلاع شامل ہیں۔
5 لاہور کمشنری میں لاہور، قصور، شیخوپُورہ اور اوکاڑہ کے اضلاع شامل ہیں۔
6 ملتان کمشنری میں ملتان، وہاڑی اور ساہیوال کے اضلاع شامل ہیں۔
7 ڈیرہ غازی خاں کمشنری میں ڈیرہ غازی خاں، راجن پُور، مظفرگڑھ اور لیہ کے اضلاع شامل ہیں۔
8 بہاول پُور کمشنری میں بہاول پُور، بہاول نگر اور رحیم یار خاں کے اضلاع شامل ہیں۔

ہر کمشنری کا افسرِ اعلیٰ کمشنر کہلاتا ہے جو ضلعوں کے ڈپٹی کمشنروں کی مدد سے پُوری کمشنری کا اِنتظام چلاتا ہے۔ اِسی طرح پُورے صُوبے کا انتظام گورنر کی نگرانی میں ہوتا ہے۔ صُوبے کے مختلف کام کرنے کے لیے مختلف محکمے ہیں۔ مثلاً محکمہ صحت،

محکمۂ تعلیم، محکمۂ زراعت، محکمۂ صنعت و حرفت، محکمۂ بہبودی آبادی وغیرہ، ہر محکمے کا سربراہ سیکرٹری کہلاتا ہے جو ایک وزیر کی نگرانی میں اپنے محکمے کے تمام اِنتظام کا ذِمّہ دار ہوتا ہے۔ وزیر صُوبے کا اِنتظام چلانے میں گورنر کی مدد کرتے ہیں اور اِس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ ہر کام قانون کے مُطابق ہو۔

ہائی کورٹ

احسن کے چچا جان سے اُن کے ایک دوست مِلنے آئے۔ اُنھوں نے کالا کوٹ پہن رکھا تھا۔ چچا جان نے بتایا "یہ بُہت بڑے وکیل ہیں اور لاہور ہائی کورٹ میں کام کرتے ہیں۔" احسن نے پُوچھا "ہائی کورٹ کِسے کہتے ہیں۔؟" چچا جان بولے "صُوبے کی سب سے بڑی عدالت، ہائی کورٹ کہلاتی ہے۔ یہ چیف جسٹس یعنی بڑے جج صاحب کی عدالت ہوتی ہے۔ ڈسٹرکٹ جج، سیشن جج کی عدالت کا فیصلہ اگر دو فریقوں میں سے کِسی کو منظُور نہ ہو تو وُہ انصاف کے لیے مقدّمے کو ہائی کورٹ میں لے جا سکتا ہے۔ پھر ہائی کورٹ یعنی صُوبے کی سب سے بڑی عدالت اِس مقدّمے پر اپنا فیصلہ دیتی ہے۔ اِس کے عِلاوہ ہائی کورٹ میں زیادہ اہم قِسم کے فوجداری اور دیوانی مقدّمے بھی سُنے جاتے ہیں۔ اِس عدالت کے سب سے بڑے جج کو چیف جسٹس کہتے ہیں۔

ہمارے مُلک کی عدالتیں آزاد ہیں اور انصاف کے تقاضوں کو پُورا کرتی ہیں اور لوگوں کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں۔

محکمۂ تعلیم کا اِنتظام

احسن کا چچازاد بھائی سلمان لاہور میں پڑھتا ہے۔ اُس کے سکول میں جلسۂ تقسیم انعامات ہونا تھا۔ وُہ احسن کو بھی اپنے ساتھ سکول لے گیا۔ وہاں صُوبۂ پنجاب کے محکمۂ تعلیم کے سب سے بڑے آفیسر سیکرٹری تعلیم بطور مہمانِ خصُوصی آئے۔ اُنھوں نے بچّوں میں انعامات تقسیم کیے۔ تقریب بہُت دلچسپ تھی۔ احسن کو یہ تقریب بہُت پسند آئی۔ اُسے یہ بھی پتا چلا کہ صُوبہ پنجاب میں سکولوں اور کالجوں کے اِنتظام کے لیے علیحدہ علیحدہ ڈی۔ پی۔ آئی (ڈائریکٹر پبلک انسٹرکشن) ہوتے ہیں۔ اُن کی مدد کے لیے ہر ڈویژن میں اِسی طرح دو ڈائریکٹر تعلیمات بھی ہیں۔ صُوبہ پنجاب کو تعلیمی اِنتظام کے لیے آٹھ ڈویژنوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یہ راولپنڈی ڈویژن، سرگودھا ڈویژن، فیصل آباد ڈویژن، گوجرانوالا ڈویژن، لاہور ڈویژن، ملتان ڈویژن، ڈیرہ غازی خاں ڈویژن اور بہاول پُور ڈویژن ہیں۔ زنانہ تعلیمی اداروں کے انتظام کے لیے ہر ڈویژن میں علیحدہ علیحدہ ڈپٹی ڈائریکٹریس بھی مقرّر ہیں۔ پنجاب کے سیکرٹری تعلیم کا دفتر سول سیکرٹریٹ لاہور میں ہے۔ احسن کو یہ سب باتیں سلمان بھائی سے معلوم ہُوئیں۔

پنجاب پبلک سروس کمیشن

احسن کے بھائی جان ایم۔ اے پاس کر چکے تھے اور اب مُلازمت کی تلاش میں تھے۔ اُنھوں نے اخبار میں کالج کے لیے لیکچرار کی آسامی کا اشتہار

پڑھا تو درخواست دے دی۔ یہ درخواست پنجاب پبلک سروس کمیشن کے دفتر میں پہنچی۔ یہ وُہ ادارہ ہے جو صُوبہ پنجاب میں اعلیٰ عُہدوں کی آسامیوں کے لیے مناسب لوگوں کا اِنتخاب کرتا ہے۔ پبلک سروس کمیشن اُمیدواروں کا زبانی اور تحریری اِمتحان لیتا ہے، پھر اِن میں سے مناسب لوگوں کا اِنتخاب کرتا ہے۔

احسن کے بھائی جان مقرّرہ دِن انٹرویو دینے گئے۔ پبلک سروس کمیشن کے چیئرمین اور دُوسرے ممبروں نے اُن سے بہُت سے سوالات پُوچھے۔ چند روز کے بعد احسن کے بھائی جان کو محکمہ تعلیم کی طرف سے ایک چِٹھّی ملی جس میں لکھا تھا کہ آپ کو پبلک سروس کمیشن نے لیکچرار کی آسامی کے لیے منتخب کر لیا ہے۔ احسن کو اُس کے بھائی جان نے بتایا کہ صُوبے کے دُوسرے سرکاری محکموں کی بڑی بڑی آسامیوں کے لیے بھی پنجاب پبلک سروس کمیشن ہی اُمیدواروں کو منتخب کرتا ہے۔

سبق : 14

رفاہی ادارے

تعلیمی ادارے

ثمینہ اور اسلم دونوں بہن بھائی ہیں۔ ثمینہ چوتھی جماعت میں پڑھتی ہے اور اسلم نویں جماعت کا طالب علم ہے۔ دسویں جماعت پاس کرنے کے بعد اسلم، گورنمنٹ کالج میں داخل ہو جائے گا۔ یہاں سے ایف۔ ایس۔ سی کا امتحان پاس کرنے کے بعد وُہ انجینئرنگ یونیورسٹی میں چار سال کا کورس مکمّل کرے گا تاکہ انجینئر بن سکے۔ شاہد، اسلم کا ہم جماعت اور دوست ہے۔ وُہ کالج میں پروفیسر بننا چاہتا ہے۔ دسویں جماعت پاس کرنے کے بعد وُہ گورنمنٹ کالج میں بی اے تک پڑھے گا اور ایم اے کرنے کے لیے اُسے پنجاب یُونیورسٹی لاہور میں داخل ہونا پڑے گا۔ پنجاب میں پانچ یُونیورسٹیاں ہیں۔ پنجاب یُونیورسٹی لاہور، یُونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور، زرعی یُونیورسٹی فیصل آباد، جہاں زراعت کی تعلیم دی جاتی ہے، اسلامیہ یُونیورسٹی بہاول پُور اور بہاؤالدّین زکریا یُونیورسٹی ملتان۔ ثمینہ زنانہ گورنمنٹ کالج سے ایف۔ ایس۔ سی کا امتحان اعلیٰ نمبروں میں پاس کرنے کے بعد فاطمہ جناح میڈیکل کالج، لاہور میں داخل ہو جائے گی جہاں وُہ پانچ سال تک ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کرے گی۔ پھر اُس کا ارادہ ڈاکٹر بن کر قوم کی خدمت کرنے کا ہے۔ فاطمہ جناح میڈیکل کالج میں صرف لڑکیاں ہی ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کرتی

ہیں۔ اِس کے علاوہ صُوبے بھر میں اور جگہوں پر بھی میڈیکل کالج ہیں جہاں لڑکے اور لڑکیاں ایک ساتھ پڑھتے ہیں۔ یہ کالج بہاول پُور، ملتان، لاہور، فیصل آباد اور راولپنڈی میں قائم ہیں۔

پنجاب میں بہُت سے ایسے ادارے بھی ہیں جہاں فنّی تعلیم دی جاتی ہے، ایسے اداروں کو پولی ٹیکنیک انسٹی ٹیوٹ کہتے ہیں۔ بہُت سے طالب علم دسویں جماعت پاس کرکے اِن اداروں میں بجلی اور لکڑی کا کام اور ریڈیو انجینئرنگ وغیرہ سے متعلق تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

زرعی قرضے

ثمینہ اور اسلم بہار کی چھُٹیوں میں اپنے ماموں جان کے ہاں گاؤں گئے۔ ایک دن دونوں اپنے ماموں کے ساتھ گاؤں کی پچھلی جانب سیر کے لیے گئے۔ اسلم اِس حصّہ کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ ایک سال پہلے جب یہ لوگ گاؤں آئے تھے تو گاؤں کا یہ حصّہ ویران پڑا ہُوا تھا۔ اب وہاں ہرے بھرے کھیت لہلہا رہے تھے۔ ماموں جان نے بتایا کہ جن لوگوں کی یہ زمینیں ہیں اُنھوں نے زرعی ترقیاتی بینک سے قرضہ لے کر زمینوں کے لیے ٹریکٹر کھاد اور بیج وغیرہ خریدے اور فصلیں اُگالیں۔ اب وُہ یہ قرضہ آہستہ آہستہ قسطوں میں ادا کر دیں گے۔ تھوڑا قرضہ لینا ہو تو اِمدادِ باہمی کی انجمن سے بھی مِل جاتا ہے۔

انجمن امداد باہمی

اسلم نے پُوچھا "ماموں جان! انجمن امدادِ باہمی کِس کو کہتے ہیں؟" ماموں جان نے کہا "انجمن امدادِ باہمی کا مطلب ہے، ایک دُوسرے کی مدد کرنے والی انجمن، کچھُ لوگ مِل کر ایک انجمن امدادِ باہمی بنا لیتے ہیں اور ہر ممبر ہر ماہ اپنی بچائی ہُوئی رقم میں سے کچھُ روپیہ

انجمن میں اپنے حِصّے کے طور پر جمع کروادیتا ہے۔ ضرورت پڑنے پر اس انجمن کا ہر ممبر اس رقم میں سے قرضہ لے سکتا ہے۔ کِسانوں کی ایسی انجمنیں اپنے ممبروں کو زرعی قرضے بہت کم منافع لے کر دے دیتی ہیں۔" اسلم نے پوچھا "کیا زرعی قرضوں کے عِلاوہ امدادِ باہمی کی انجمنیں اور کسی کام کے لیے بھی قرضے دیتی ہیں۔" "ہاں" ماموں جان نے کہا "انجمن امدادِ باہمی کے تحت کواپریٹو سٹور بھی چلائے جاتے ہیں۔ ایسے سٹوروں میں کپڑا، صابن، تولیے اور کہیں کہیں کھانے پینے کی چیزیں بھی زیادہ نفع لیے بغیر فروخت کی جاتی ہیں، اِس لیے اِن کے دام کم ہوتے ہیں۔ کئی سکولوں اور کالجوں میں انجمن امدادِ باہمی کے تحت چھوٹے چھوٹے کواپریٹو سپلائی سٹور قائم کیے گئے ہیں جو طلبہ کی ضرورت کی چیزیں مثلاً کاپی، پنسل، قلم، کاغذ اور کتابیں وغیرہ مہیّا کرتے ہیں۔

چھوٹی اور گھریلو صنعتیں (کاٹیج انڈسٹری)

ثمینہ نے پوچھا "گھریلو صنعت کسے کہتے ہیں؟" ماموں جان نے بتایا "گھریلو صنعتوں میں وُہ دستکاریاں شامل ہیں جن کا کام گھروں میں ہی چھوٹے پیمانے پر چلایا جا سکے، مثلاً کپڑا یا قالین بنانے کی کھڈّیاں، کھیلوں کا سامان چمچ، کانٹے، چھریاں بنانا، چمڑے کا کام کرنا، ربڑ کی چیزیں بنانا، مٹّی کے برتن بنانا، کڑھائی، سلائی اور بُنائی کرنا وغیرہ وغیرہ۔

حکومت نے اِس قسم کی چھوٹی چھوٹی صنعتوں کو ترقی دینے کے لیے ایک محکمہ قائم کیا ہے جسے سمال انڈسٹریز کارپوریشن کہتے ہیں۔ چھوٹی یا گھریلو صنعتیں چلانے کے خواہش مند لوگ انجمن امدادِ باہمی (برائے صنعت) کے ممبر بن جاتے ہیں اور

ضرورت کے مطابق اس انجمن سے قرض لے کر کام چلا لیتے ہیں۔" ماموں جان نے اسلم کو یہ بھی بتایا کہ لاہور میں ایک مشہور دکان "کواپریٹو ہینڈی کرافٹ" ہے۔ اس میں امدادِ باہمی کی مختلف انجمنوں کی تیار کی ہوئی چیزیں فروخت کی جاتی ہیں۔ یہ چیزیں خوبصورت بھی ہوتی ہیں اور ان کی قیمتیں بھی مناسب ہوتی ہیں۔

انجمن ہلالِ احمر

ثمینہ بڑی ذہین بچّی ہے۔ وُہ اپنے سکول کی انجمن ہلالِ احمر کی ممبر ہے۔ اِس انجمن کا کام انسانیّت کی خدمت کرنا ہے۔ غریبوں، مُصیبت زدوں، بیماروں اور محتاجوں کی مدد کرنا اس انجمن کے فرائض میں شامل ہے۔ پنجاب کی انجمن ہلالِ احمر کا بڑا دفتر لاہور میں ہے۔

بھارت کے ساتھ جنگوں کے دوران میں انجمن ہلالِ احمر نے بہت کام کیا۔ فوجیوں کے لیے تحفے جمع کیے، نیز ان کے لیے کپڑے سینے اور سوئیٹر بننے کا کام کیا۔ اِس کے عِلاوہ جنگ اور سیلاب کی وجہ سے بے گھر ہونے والے لوگوں کے لیے ضروری سامان جمع کرتے ہیں۔

انجمن ہلالِ احمر چندہ جمع کرنے کی مہم بھی چلاتی ہے۔ ثمینہ نے بھی اپنے سکول کی انجمن کے لیے کافی چندہ جمع کیا ہے۔ اِس کے عِلاوہ یہ انجمن مریضوں کی مدد کے لیے چندہ بھی جمع کرتی ہے۔

سوشل سیکیورٹی سکیم

محمّد دین، حامد کا ہمسایہ ہے۔ وُہ ایک کارخانے میں کام کرتا ہے۔ ایک دفعہ وُہ بیمار ہو گیا۔ حامد سوچنے لگا، بیچارہ غریب آدمی ہے، اِس کا تو بہت روپیہ خرچ ہو گیا ہو گا۔ مگر حامد کی

امّی نے بتایا کہ محمدّ دین کا عِلاج حکومت کی سوشل سیکیورٹی سکیم کے تحت ہو رہا ہے۔ اِس لیے اُس کا کوئی پیسہ خرچ نہیں ہُوا۔

سوشل سیکیورٹی سکیم کے تحت کارخانہ داروں، مِلوں کے مالکوں یا ایسے تمام لوگوں کے لیے جو مزدُوروں سے کام لیتے ہیں ضرُوری ہے کہ وُہ اپنے ادارے کی آمدنی میں سے مُلازموں کی تعداد کے مُطابق کچھ روپیہ سوشل سیکیورٹی کے دفتر میں جمع کرائیں۔ ہر مُلازم کو بھی کچھُ رقم اس سلسلے میں جمع کرانا پڑتی ہے۔ اِس طرح جو رقم سوشل سیکیورٹی کے دفتر میں جمع ہوتی ہے، اسے مُلازمین کی بہتری کے لیے خرچ کیا جاتا ہے۔

محکمۂ اوقاف

حامد کو اُس کی امّی جان نے یہ بھی بتایا کہ محکمۂ اوقاف کو مزاروں اور درگاہوں کی حفاظت اور تبلیغِ اسلام کا کام سونپا گیا ہے۔ مسجدوں کے خطیبوں کی تربیت اور تقرّری کا اِنتظام بھی یہی محکمہ کرتا ہے۔ یہ محکمہ عام لوگوں کی بہتری کے لیے اور بھی کئی کام کرتا ہے۔ غریب لڑکیوں کی شادی کے لیے جہیز وغیرہ کا اِنتظام کیا جاتا ہے۔ بیماروں کے لیے بعض ہسپتال اور طالب علموں کے لیے کچھُ دینی مدرسے بھی اِس محکمے کے تحت چلائے جا رہے ہیں۔

سبق: 15

ہمارے مسائل

قُدرت نے صُوبہ پنجاب کو بُہت سی نعمتیں بخشی ہیں جن کی بدولت ہماری اکثر ضرُورتیں پُوری ہو جاتی ہیں۔ ہماری کچھ مشکلات بھی ہیں۔ اگر ان پر قابو پا لیا جائے تو ہماری زندگی بہُت خُوش حال ہو سکتی ہے۔ ہمارے عام مسائل یہ ہیں۔

آب پاشی کے لیے پانی کی کمی

پنجاب میں بارش کم ہوتی ہے، اس لیے فصلوں کے لیے نہروں کے پانی کی ضرُورت پڑتی ہے۔ موسمِ سرما میں دریاؤں میں پانی کم آتا ہے جس سے نہروں میں بھی پانی کم ہو جاتا ہے۔ اس کا فصلوں پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ اس کمی کو دریاؤں پر بند باندھ کر پُورا کرتے ہیں اور یہ کوشش کی جاتی ہے کہ موسمِ گرما میں جب دریاؤں میں زیادہ پانی آئے تو اسے بند باندھ کر محفوظ کر لیا جائے تاکہ بعد میں ضرورت پڑنے پر موسمِ سرما میں اسے نہروں میں چھوڑ کر استعمال کیا جا سکے۔ منگلا ڈیم اور چشمہ بیراج وغیرہ اسی لیے تعمیر کیے گئے ہیں۔

سیم و تھور

ہمارے صُوبے کے بعض ضلعوں میں سیم کی وجہ سے زمین گارے کی طرح رہتی ہے اور کئی علاقوں میں کلّر نکل آیا ہے جس سے فصلیں بالکل خراب ہو جاتی ہیں۔ ایسے علاقوں میں ٹیوب ویل لگائے جا رہے ہیں تاکہ ایک تو زیرِ زمین پانی کی سطح کم ہو جائے جس سے زمین بہتر ہو جائے گی اور ساتھ ہی

آب پاشی کی مُشکل بھی کافی حد تک حل ہو سکے گی۔

بجلی کی کمی

ہمارے ہاں ضرُورت سے کم مقدار میں بجلی پیدا ہوتی ہے، اِس لیے کارخانے اور ٹیوب ویل چلانے میں دِقّت ہوتی ہے۔ اِس کمی کو پُورا کرنے کے لیے چند جگہوں پر پن بجلی گھر بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے، لیکن ابھی تک بجلی کی کمی پُوری نہیں ہو سکی۔

ناخواندگی

ہمارے صُوبے میں اَن پڑھ لوگوں کی تعداد زیادہ ہے۔ اِس لیے ایسے لوگ مُلک کی ترقّی میں زیادہ حصّہ نہیں لے سکتے۔ زرعی اور صنعتی ترقّی کے لیے تعلیم بُہت ضرُوری ہے۔ چنانچہ تعلیم کو عام کرنے کے لیے کوشش کی ضرُورت ہے، نیز تعلیمِ بالغاں کا بھی مناسب اِنتظام بہت ضروری ہے تاکہ اَن پڑھ بالغ بھی تعلیم حاصل کر کے مُلک کے مُفید شہری بن سکیں۔

بے روزگاری

آبادی میں اضافے کی وجہ سے کچھ لوگوں کو کام نہیں مِلتا جس سے وہ اپنے کُنبے کا پیٹ نہیں پال سکتے۔ بے روزگاری، ترقّی کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے۔ اِس مسئلے کو حل کرنے کے لیے مُلک میں زیادہ کارخانے لگانے کی ضرورت ہے تاکہ ایک تو پیداوار بڑھے، دُوسرے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ روزگار مہیّا ہو سکے۔

متوازن غذا کی کمی

ہمارے صُوبے میں خوراک کی کمی نہیں ہے لیکن لوگ اَن پڑھ ہونے کی وجہ سے غذا کو متوازن

بنانا نہیں جانتے، مثلاً وہ آلو، روٹی اور دال زیادہ استعمال کرتے ہیں اور ٹماٹر، گاجر اور مُولی وغیرہ کم۔ اِس سلسلے میں لوگوں کو متوازن غذا اور اُس کے فائدوں سے واقفیّت دلانے کی ضرُورت ہے۔ صحت و تعلیم کے محکمے یہ کام کسی حد تک کر بھی رہے ہیں۔ البتّہ اِس مسئلے کو حل کرنے کے لیے زیادہ کام کرنے کی ضرورت ہے۔

سبق: 16

حضرت محمّد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

ہم اِسلامی جمہوریہ پاکستان کے رہنے والے ہیں۔ دُنیا میں اور بھی کئی مُسلم مُمالک ہیں، اِن میں سعودی عرب بہت مشہُور ہے۔ یہ مُلک ہمارے ملک کے مغرب میں واقع ہے۔ اِس مُلک میں ایک شہر مکّہ ہے جہاں دُنیا بھر کے مُسلمان ہر سال حج کرنے جاتے ہیں۔ اِس مقدّس شہر میں 571ء میں ہمارے پیارے رسُول حضرت محمّد مُصطفٰے صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پیدا ہُوئے۔ آپؐ کے والدِ ماجد کا نام حضرت عبد اللہ اور والدہ ماجدہ کا نام حضرت آمنہ ہے۔

عرب میں اُس وقت دستُور تھا کہ شہر کے شریف گھرانوں کے بچّے کھُلی فضا میں پرورش پانے کی خاطر دیہات میں بھیج دیے جاتے تاکہ وہاں اُن کی صحت اچھّی رہے۔ آپؐ کی خدمت کے لیے ایک نیک دل خاتون بی بی حلیمہ کو چُنا گیا۔ چار سال تک بی بی حلیمہ نے آپؐ کی پرورش کی۔ بی بی حلیمہ آپؐ سے بہت پیار کرتی۔ آپؐ کی برکت سے بی بی حلیمہ کا کُنبہ بھی خُوشحال ہو گیا۔

اِس کے بعد آپؐ اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ رہنے لگے۔ لیکن آپؐ ابھی صرف چھ سال ہی کے تھے کہ آپؐ کی پیاری والدہ بھی فوت ہو گئیں۔ اِس پر آپؐ کے دادا نے فوراً آپؐ کو اپنی شفقت میں لے لیا۔ آپؐ کے دادا بہت بُوڑھے ہو چکے تھے۔ قریباً دو سال بعد آپؐ کے دادا بھی فوت ہو

گئے تو آپؐ اپنے چچا حضرت ابو طالب کے پاس رہنے لگے۔ آپؐ کے چچا آپؐ سے بہت پیار کرتے تھے۔

آپؐ عام بچّوں کی طرح گلی کوچوں میں کھیلنے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ اُس زمانے کی عرب قوم میں بہت سی بُرائیاں تھیں، وُہ بُتوں کو پُوجتے اور ایک دُوسرے سے اکثر جھگڑتے رہتے تھے۔ آپؐ کو اِن بُرے کاموں سے شروع ہی سے نفرت تھی۔ آپؐ اکثر سوچتے رہتے کہ اِن لوگوں میں اِن بُرائیوں کو کس طرح ختم کیا جائے۔ آپؐ دُوسروں سے شفقت فرماتے اور محتاجوں اور غریبوں کی دیکھ بھال کرتے۔

ہمارے پیارے رسُولؐ کی نیکی اور سچائی کی وجہ سے لوگ آپؐ کو صادق اور امین کہتے تھے۔ جب آپؐ بڑے ہُوئے تو آپؐ نے تجارت کا پیشہ اختیار کیا۔

آپؐ شہر سے دُور غارِ حرا میں اکثر چلے جاتے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہتے۔ ایک دن آپؐ عبادت میں مصرُوف تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ آپؐ کے پاس بھیجا۔ اُس فرشتے نے آپؐ کو پیغام دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو نبی بنایا ہے تاکہ آپؐ لوگوں کو بھلائی اور سچّائی کی راہ دکھائیں۔

حضرت محمّد صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے مکّہ کے لوگوں کو بتایا کہ اللہ ایک ہے، صرف اُسی کی عبادت کرو۔ بُتوں کو نہ پُوجو کیونکہ یہ کسی کو فائدہ یا نقصان نہیں پُہنچا سکتے۔ اچھے کام کرو، بُرے کاموں سے بچو اور آپس میں پیار محبّت سے رہو۔ سب سے پہلے آپؐ کی بیوی حضرت خدیجہؓ مُسلمان ہُوئیں، بعد میں سب سے پہلے مردوں میں حضرت ابوبکرؓ نے، بچّوں میں حضرت علیؑ اور غلاموں میں حضرت

زیدؓ نے اِسلام قبول کیا۔

مکّے والے اپنے بُتوں کے خلاف کوئی بات سُننے کو تیّار نہ تھے، اِس لیے اِن لوگوں نے آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کو ستانا شروع کر دیا۔ جو آدمی مُسلمان ہو جاتا، اُسے پتھّر مارتے، اُس کو گرم ریت پر لٹا دیتے اور طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتے، لیکن مُسلمان یہ سب مُصیبتیں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر برداشت کرتے۔

جب مکّہ والوں کی دُشمنی حد سے بڑھ گئی تو حضرت محمّدؐ اور آپؐ کے ساتھی خُدا کے حُکم سے مکّہ چھوڑ کر مدینہ چلے گئے۔ اِس واقعہ کو ہجرت کہتے ہیں۔ سنِ ہجری کی ابتدا اِسی واقعہ سے ہُوئی تھی۔ مدینہ کے لوگوں نے آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں سے بہت اچھا سلوک کیا۔

مکّہ کے لوگوں نے آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کو مدینے میں بھی چین سے نہ رہنے دیا، لیکن آخرکار سچّائی کی فتح ہُوئی اور عرب کے بہت سے لوگوں نے اِسلام قبول کر لیا۔ مکّہ والے مُسلمانوں سے اکثر دھوکا کرتے۔ آخرکار دھوکا اور بدعہدی کی سزا دینے کے لیے آپؐ اپنے ساتھیوں کو لے کر مکّہ پہنچے۔ مکّہ والے خوف زدہ ہو گئے اور اُنھوں نے لڑے بغیر ہتھیار ڈال دیے۔ آپؐ نے مکّہ والوں کی تمام زیادتیاں مُعاف کر دیں۔ مکّہ والے مُسلمان ہو گئے اور آپس میں بھائیوں کی طرح رہنے لگے۔

آپؐ نے ترسیٹھ سال کی عُمر میں آخری حج کیا۔ اِس موقع پر آپؐ نے مُسلمانوں کو بہت سی نصیحتیں کیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ سب کا خُدا ایک ہے۔ کالے آدمی کو گورے پر اور گورے رنگ کے آدمی کو کالے پر کوئی بڑائی حاصل نہیں، اچھا

آدمی وُہی ہے جو اچھے کام کرتا ہے۔

اُس حج کے بعد آپؐ مدینہ واپس آئے تو آپؐ کی طبیعت ناساز ہو گئی اور 12۔ ربیع الاوّل کو تریسٹھ برس کی عُمر میں آپؐ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

آنحضرتؐ اللہ تعالیٰ کے آخری رسُول ہیں۔ آپؐ کو تمام دُنیا کے انسانوں کی ہدایت کے لیے بھیجا گیا ہے۔ یہ شان کسی اور نبی کو حاصِل نہیں۔

سبق: 17

حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکرؓ کا نام عبد اللہ اور لقب صدّیق ہے۔ یہ لقب آپؓ کو ہمارے نبی مُحمّد مُصطفٰے صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے عطا فرمایا تھا۔ آپؓ اور آنحضرتؐ بچپن ہی سے ایک دُوسرے کے گہرے دوست تھے۔

مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدّیقؓ ہی نے اِسلام قبول کیا۔ اِس لحاظ سے آپؓ کا درجہ بہت بلند ہے۔ اِسلام کی راہ میں آپؓ نے بہت ساری مالی قُربانیاں دی ہیں۔ اکثر جہاد کے موقع پر آپؓ اپنا سارا مال خُدا کی راہ میں خرچ کر دیتے۔ مسجدِ نبوی کی زمین کی قیمت بھی آپؓ ہی نے ادا کی۔

جنگِ تبوک کے موقع پر جب مال کی ضرورت پڑی تو آپؓ نے اپنے گھر کا تمام مال رسُولِ کریمؐ کے حوالے کر دیا۔

آپؓ نبی کریمؐ کے ساتھ تین دن تک غارِ ثور میں رہے، اِسی لیے آپؓ یارِ غار بھی کہلاتے ہیں۔

رسُولِ کریمؐ کے وصال کے بعد آپؓ کو خلیفہ چُنا گیا۔

جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنے تو اُس وقت اِسلام کے دُشمنوں نے مُسلمانوں کے لیے کافی مُشکلات پیدا کر دیں، مگر آپؓ نے ایسے حالات میں دُشمنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ آپؓ کے عہد میں مُسلمانوں نے عراق فتح کر لیا اور شام کے

مُلک میں داخل ہو گئے۔ یہ عِلاقے اُس وقت غیر مُسلموں کے قبضے میں تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ بہُت نیک اور رحم دل مُسلمان تھے۔ آپؓ بہت دولت مند تھے مگر اِس کے باوجُود آپؓ کی طبیعت بہُت ہی سادہ تھی۔ خلیفہ ہو کر بھی آپؓ اپنے سارے کام خُود ہی کرتے تھے۔

آپؓ کے زمانے میں بیت المال میں جو کچھُ آتا آپؓ نبی کریمؐ کی سُنّت پر عمل کرتے ہُوئے وُہ تمام مال لوگوں میں ان کے حِصّوں کے مُطابق بانٹ دیتے۔

حضرت ابوبکر صدّیقؓ اِسلام کی ترقّی کی خاطر اور مُسلمانوں کی بہتری کے لیے دن رات کام کرتے رہتے جس کی وجہ سے آپؓ کی صحت بہُت خراب ہو گئی اور آپؓ کو بُخار آنے لگا۔ آخر تریسٹھ سال کی عُمر میں آپؓ نے وفات پائی۔ آپؓ نے دو سال دو مہینے اور چند دِن خلافت کی۔ آپؓ کو رسُول کریمؐ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

سبق: 18

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ

حضرت عمرؓ بڑے بہادر اور نڈر سپاہی تھے۔ اگر وُہ کِسی بات کو صحیح سمجھتے تو اُسے فوراً قبوُل کر لیتے تھے۔ آنحضرتؐ، حضرت عمرؓ کو اُن کی بہادری اور سچّائی کی وجہ سے بہُت پسند کرتے تھے۔ رسُولِ کریمؐ نے آپؓ کو "فاروق" کا لقب عطا فرمایا۔

حضرت عمرؓ شروع میں اِسلام کے سخت مخالف تھے۔ ایک دن آپؓ نے رسُولِ کریمؐ کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ تلوار لے کر نِکلے تو راستے میں معلوُم ہوُا کہ خوُد اُن کی بہن اور بہنوئی اِسلام لا چکے ہیں۔ وہیں سے اُن کے دروازے پر پہنچے۔ اندر سے قرآنِ مجید پڑھنے کی آواز آ رہی تھی۔ حضرت عمرؓ کو پہلے تو اُن پر بہُت غُصّہ آیا اور اُن پر برس پڑے۔ جب غُصّہ دُور ہوُا تو کہنے لگے "تم لوگ کیا پڑھ رہے تھے؟ لاؤ مَیں بھی تو سُنوں۔" جب قرآنِ مجید کی چند آیتیں سُنیں تو اُن کے دِل پر بڑا اثر ہوُا۔ چنانچہ وہیں سے اُٹھے اور رسُولِ کریم صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہو کر اِسلام قبول کر لیا۔

مکّے میں ابھی کافروں کا بہُت زور تھا۔ حضرت عمرؓ کے ایمان لانے سے پہلے مُسلمان چھُپ کر نماز پڑھتے تھے۔ لیکن اب وہ کھُلم کھُلا نماز ادا کرنے لگے۔ آپؐ حضرت عمرؓ کے ایمان لانے پر بہُت خوُش ہوُئے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے آنحضرتؐ کے ساتھ

کئی غزوات میں حِصّہ لیا۔

حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد حضرت عُمرؓ مُسلمانوں کے خلیفہ مقرّر ہُوئے۔ آپؓ کے دَور میں اِسلام کو بُہت فروغ حاصل ہُوا۔ شام، مصر اور ایران کے عِلاقے فتح ہُوئے۔ یہ عِلاقے اس وقت تک غیر مُسلموں کے قبضے میں تھے۔ آپؓ نے اپنی سلطنت کا بہت اچھّا اِنتظام کیا۔ آپؓ ہمیشہ نیک دل، ایمان دار اور قابل صحابہؓ کو گورنر مُقرّر کرتے۔ آپؓ نے آب پاشی کے لیے نہریں کُھدوائیں مُسافروں کے آرام کے لیے مُسافر خانے بنوائے۔ آپؓ ہر ایک سے پُورا پُورا انصاف کرتے تھے خواہ وُہ مُسلمان ہو یا غیر مُسلم۔

حضرت عُمرؓ کو رعایا کی خوش حالی اور حفاظت کا بُہت خیال تھا۔ آپؓ رات کو بھیس بدل کر گلی کوچوں میں چکّر لگاتے تاکہ معلُوم کر سکیں کہ کِسی کو کوئی تکلیف تو نہیں۔ اگر کِسی کی کوئی جائز شکایت ہوتی تو اُسے فوراً دُور کر دیتے۔ آپؓ روزانہ فجر کی نماز کے بعد مسجد کے صحن میں بیٹھ جاتے اور لوگوں کی شکایات سُنتے اور اُن کو حل کرنے کی کوشش کرتے۔

آپؓ کی خلافت کے دسویں سال ایک حبشی غُلام نے آپؓ کو خنجر مار کر زخمی کر دیا جس سے آپؓ تریسٹھ سال کی عُمر میں شہید ہو گئے۔

سبق: 19

حضرت عُثمان رضی اللہ عنہ

حضرت عُثمانؓ قریش قبیلہ کے ایک مُمتاز تاجر تھے۔ حضرت محمّد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے دعوتِ اِسلام دی تو آپؓ نے بھی اِسلام قبول کر لیا۔ اُس وقت آپؓ کی عمر چونتیس سال کی تھی۔

حضرت عثمانؓ، حضورِ نبی کریمؐ سے بہت محبّت کرتے تھے۔ آنحضرتؐ بھی حضرت عُثمانؓ کو بہت چاہتے تھے۔ یکے بعد دیگرے آنحضرتؐ کی دو صاحبزادیوں حضرت رقیہؓ اور حضرت اُمِّ کلثومؓ سے آپؓ کا نکاح ہُوا۔ حضرت عثمانؓ نے جنگِ بدر کے سوا باقی تمام جنگوں میں آنحضرتؐ کے شانہ بشانہ حِصّہ لیا۔

حضرت عُثمانؓ کو حضرت عُمرؓ کے بعد خلیفہ چُنا گیا۔ آپؓ کے زمانے میں بہت سے عِلاقے فتح ہُوئے اور مُسلمانوں کی حکومت دُور دُور تک پھیل گئی۔

حضرت عثمانؓ نے اپنی رعایا کی بہتری کے لیے بڑے اچھّے اچھّے کام کیے۔ کئی پُل، سڑکیں اور مُسافر خانے بنوائے۔ آپؓ نے پینے کا پانی حاصل کرنے کے لیے کنُوئیں بھی کھُدوائے تاکہ لوگوں کو پانی آسانی سے مل سکے۔ آپؓ نے مسجدِ نبویؐ کو نئے سرے سے بنوایا اور اُسے کھُلا بھی کر دیا تاکہ زیادہ سے زیادہ نمازی، نماز باجماعت ادا کر سکیں۔ آپؓ کی سب سے بڑی خدمت قرآنِ پاک کو جمع کرنا اور اس کی اشاعت کرنا ہے۔ آپؓ نے قرآنِ کریم کی صحیح نقلیں تیّار

کروائیں اور اُن کو اِسلامی سلطنت کے تمام علاقوں میں بھیج دیا اور اس طرح خُدا کے کلام کو دُنیا میں پھیلایا۔

حضرت عثمانؓ بہت نیک اور نرم دل انسان تھے۔ آپؓ بہت سخی تھے۔ آپؓ کے پاس جو کچھ ہوتا خُدا کی راہ میں دے دیتے۔ اِسی واسطے آپؓ "عثمان غنی" کے نام سے مشہور ہیں۔ آپؓ کئی غریبوں اور یتیموں کی پرورش اپنی جیب سے کرتے تھے۔ قرآنِ پاک سے آپؓ کو بہت محبّت تھی۔ آپؓ کو جب بھی وقت ملتا، آپؓ قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے۔

حضرت عثمانؓ کی نرمی سے کچھ شرارت پسند لوگ ناجائز فائدہ اُٹھانا چاہتے تھے۔ جب آپؓ نے اُن کو ایسا کرنے سے روکا تو کچھ شرپسند آپؓ کے مکان میں داخل ہو گئے اور آپؓ کو شہید کر دیا۔ اُس وقت آپؓ کی عُمر بیاسی سال تھی۔

سبق: 20

حضرت علی علیہ السّلام

حضرت علی علیہ السّلام، آنحضرت صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کے چچا حضرت ابو طالب کے بیٹے تھے۔ آپؑ نے حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی نگرانی میں پرورش پائی۔ نبی کریمؐ کو آپ سے بہت محبّت تھی۔

بچّوں میں حضرت علی علیہ السّلام سب سے پہلے ایمان لائے۔ آپؑ بہت بہادر تھے۔ رسُولِ کریم صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کے زمانے میں آپؑ نے تمام جنگوں میں حصّہ لیا اور ان میں بڑی بہادری کے کارنامے دکھائے۔ قلعہ خیبر بھی آپؑ ہی نے فتح کیا۔ آپؑ کی بہادری کی وجہ سے رسُولِ کریم صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے آپؑ کو "اسدُ اللہ" کا خطاب دیا تھا، اِس کے معنی یہ ہیں "خُدا کا شیر"۔

رسُولِ کریم صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے اپنی پیاری صاحب زادی حضرت فاطمہؓ کی شادی آپؑ سے کی، حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ، آپؑ کے صاحب زادے تھے۔ حضرت علی علیہ السّلام دین اور دُنیا دونوں سے خوُب آگاہ تھے۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؑ مُسلمانوں کے چوتھے خلیفہ چُنے گئے۔ آپؑ کے عہد میں مُسلمانوں کے درمیان کچُھ اختلافات پیدا ہوگئے۔ آپؑ نے بہت کوشش کی کہ مُسلمان آپس کے لڑائی جھگڑے ختم کر دیں اور ایک دُوسرے

کے بھائی بھائی بن جائیں۔ لیکن اکثر شرارت پسندوں نے آپؑ کی بات نہ مانی اور آپس میں لڑتے رہے۔

حضرت علی علیہ السلام بہت دلیر اور بہادر تھے۔ آپؑ کو علم و فضل میں بھی کمال حاصل تھا۔

حضرت علی علیہ السلام بہت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ آپؑ کے دَر سے کوئی سوالی خالی ہاتھ نہ جاتا تھا گو خُود کئی کئی دن فاقے میں گذار دیتے۔

حضرت علی علیہ السلام ایک صُبح، کوُفے کی جامع مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص عبد الرحمٰن بن ملجم نے آپؑ پر خنجر سے حملہ کر دیا۔ دُشمن کے اِس وار سے آپؑ شدید زخمی ہو گئے اور اکیّس رمضان المبارک 40ھ کو آپؑ نے شہادت پائی۔

سبق: 21

قائدِ اعظم محمدّ علی جناحؒ

قائدِ اعظم محمدّ علی جناحؒ 25 دسمبر 1876ء کو کراچی میں پیدا ہُوئے۔ اس دن کی یاد میں ہر سال سارے مُلک میں عام چُھٹّی ہوتی ہے اور تقریبات منعقد کی جاتی ہیں۔

آپ نے دسویں جماعت تک تعلیم کراچی میں حاصل کی۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے انگلستان چلے گئے جہاں آپ نے وکالت کا اعلیٰ امتحان پاس کیا۔ آپ اپنی محنت کی وجہ سے بہُت جلد مشہُور ہوگئے اور وکالت میں بڑا نام پیدا کیا۔ اُن دِنوں برِصغیر پاک و ہند پر انگریزوں کی حکومت تھی۔ انگریزوں کا سلوک مُسلمانوں سے بہُت خراب تھا، اِس لیے مُسلمانوں کے لیے اچھّی اور اعلیٰ مُلازمتیں حاصل کرنا ناممکن تھا۔

قائدِ اعظمؒ کی یہ خواہش تھی کہ مُسلمان آزاد ہو جائیں۔ اِس مقصد کے لیے آپ نے مُسلمانوں کو متحد کیا اور اُن کے آپس کے جھگڑے ختم کرا دیے۔ آپ مُسلمانوں کی سیاسی جماعت مُسلم لیگ میں شامل ہو گئے، مُسلمانوں نے آپ کو اِس جماعت کا صدر چُن لیا۔ مُسلم لیگ نے 23۔ مارچ 1940ء کو لاہور میں ایک جلسہ کیا۔ اِس جلسے کی صدارت قائدِ اعظم محمدّ علی جناحؒ ہی نے کی۔ اِس جلسے میں فیصلہ کیا گیا کہ برِ صغیر کے جن صُوبوں میں مُسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے، وہاں مُسلمانوں

کی حکومت ہو گی۔ بعد میں اِس مُلک کا نام پاکستان رکھّا گیا۔ جہاں جلسہ ہُوا تھا وہاں ایک یادگار قائم کی گئی ہے جسے مینارِ پاکستان کہتے ہیں۔

قائدِ اعظمؒ نے مُسلمانوں کو آزادی دلانے کے لیے دن رات کام کیا اور آخر اللہ تعالیٰ کے فضل اور قائدِ اعظمؒ کی محنت سے 14۔ اگست 1947ء کو پاکستان وجُود میں آیا۔

ہم ہر سال 14۔ اگست کو یومِ آزادی مناتے ہیں۔ اِس دن سارے مُلک میں عام چُھٹّی ہوتی ہے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن اِس دن کی اہمیّت سے متعلّق خاص پروگرام نشر کرتے ہیں۔ اِس دن صبح کے وقت تمام صُوبائی دارالحکُومتوں میں اکیس اکیّس اور پاکستان کے دارالحکومت اِسلام آباد میں اکتّیس توپوں کی سلامی دی جاتی ہے۔ فوج کی پریڈ ہوتی ہے اور پاکستان کے جھنڈے کو سلامی دی جاتی ہے۔ دفتروں اور گھروں کے اُوپر پاکستان کا پرچم لہرایا جاتا ہے۔ رات کو آزادی کی خُوشی میں چراغاں کیا جاتا ہے۔

قائدِ اعظمؒ پاکستان کے پہلے گورنر جنرل بنے۔ آپ نے پاکستان کی بہتری کے لیے دن رات کام کیا جس کے باعث آپ کی صحت بہُت خراب ہو گئی۔ ڈاکٹروں نے آپ کو آرام کرنے کا مشورہ دیا مگر آپ نے اپنے وطن کی خاطر ایک منٹ بھی آرام کرنا مناسب نہ سمجھا۔ آخر کار صحت کی خرابی کے باعث قائدِ اعظمؒ 11 ستمبر 1948ء کو وفات پا گئے۔

پاکستان کے لوگوں کو آپ سے بہُت پیار ہے۔ آپ کی موت سے ہر چھوٹے بڑے کو بہُت افسوس ہُوا۔ آپ کو کراچی میں دفن کیا گیا۔ وہاں ایک شاندار مقبرہ تعمیر کیا گیا ہے۔ ہزاروں لوگ آپ کے مزار پر جاتے ہیں، وہاں دُعا مانگتے اور پھُول چڑھاتے ہیں۔

سبق: 22

علّامہ مُحمّد اقبالؒ

ڈاکٹر مُحمّد اقبالؒ 9 نومبر 1877ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہُوئے۔ اُس روز مُلک میں عام چھُٹّی ہوتی ہے اور جگہ جگہ اُن کی یاد میں جلسے کیے جاتے ہیں۔ اخبار اور رسالے بھی خاص نمبر شائع کرتے ہیں۔

اقبالؒ کے والدین نے آپ کی تربیّت بہُت اچھّے طریقے سے کی اور آپ کو دین کی اچھّی اچھّی باتیں بتائیں۔ اقبالؒ نے ایف۔اے تک تعلیم سیالکوٹ میں حاصل کی۔ اِس کے بعد آپ لاہور آ گئے، گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم۔ اے پاس کیا اور بعد میں انگلستان چلے گئے، جہاں سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد وطن واپس آئے۔

اِن دِنوں برِّصغیر پاک و ہند پر انگریزوں کی حکومت تھی۔ انگریزوں کا سلوک مُسلمانوں سے اچھّا نہیں تھا۔ اقبالؒ چاہتے تھے کہ مُسلمان انگریزوں سے آزادی حاصل کر کے علیحدہ مُلک بنائیں اور اِسلامی قانون نافذ کر کے دُنیا میں ترقّی کریں۔ اُنھوں نے ایسی نظمیں لکھّیں جنھوں نے مُسلمانوں کے اندر آزادی کا جذبہ پیدا کر دیا۔

ڈاکٹر اقبالؒ ہمارے قومی شاعر ہیں۔ ہم اُن کو بہُت عزّت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ آپ نے بہُت ساری کتابیں لکھّی ہیں جنھیں لوگ بہُت

شوق، سے پڑھتے ہیں۔

آپ نے بچّوں کے لیے آسان آسان نظمیں بھی لکھی ہیں جنھیں بچّے پڑھتے ہیں اور اُن کی نصیحتوں پر عمل کر کے اچھّے پاکستانی بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپ نے 21 اپریل 1938ء کو وفات پائی۔ آپ کو لاہور میں شاہی مسجد کے بڑے دروازے کے بائیں جانب دفن کیا گیا۔

سبق: 23

میجر عزیز بھٹیؒ (شہید)

میجر عزیز بھٹیؒ ضلع گجرات کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ آپ بچپن ہی سے بہت لائق تھے اور پڑھائی کی طرف بہت زیادہ توجّہ دیتے تھے۔ میجر صاحب نے ابتدائی تعلیم گجرات ہی میں حاصل کی۔

آپ کو فوج میں باقاعدہ کمیشن مِل گیا اور کاکول اکیڈمی میں تربیّت حاصل کرنے کے لیے چلے گئے۔ وہاں آپ نے نہایت محنت اور تندہی سے کام کیا اور امتحان پاس کرنے پر آپ کو اعزازی تلوار ملی۔ یہ تلوار اُس کو مِلتی ہے جو اکیڈمی میں تربیّت کے دَوران سب سے زیادہ لائق اور اچھا ثابت ہو۔ اِس سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ آپ کو فوجی تربیّت حاصل کرنے کا کتنا شوق تھا۔

بھارت شرُوع ہی سے پاکستان کا دُشمن رہا ہے اور ہمارے پیارے مُلک کو نُقصان پہنچانے کے موقع کی تلاش میں رہتا ہے۔

6۔ ستمبر 1965ء کو بھارت نے جنگ کا اعلان کیے بغیر لاہور پر حملہ کر دیا، لیکن ہماری بہادر فوج مُقابلے کے لیے ڈٹ گئی۔ میجر عزیز بھٹیؒ مُٹھّی بھر جوانوں کے ساتھ دُشمن کی بُہت بڑی فوج کے سامنے دیوار کی طرح کھڑے ہو گئے۔

ایک صحیح جاں باز افسر کی طرح وُہ اپنی فوج کے آگے آگے رہے۔ کئی دنوں تک نہ سوئے، نہ کھایا پیا اور آخر کار اپنے فرض کو پُورا کرنے میں اُنھوں نے اپنی جان خُوشی سے قُربان کر دی۔

آپ کی اِس بے مثال بہادری اور جاں نثاری پر آپ کو "نشانِ حیدر" عطا کیا گیا۔ یہ نشان ہمارے مُلک کا سب سے بڑا فوجی اعزاز ہے۔

---

۱ تاریخ جعفر خیر شہرت الگ الگ حصوں میں
ہونے چاہیئے
۲ سوالات نہیں دئے گئے۔

جُملہ حقوق بحق پنجاب ٹیکسٹ بُک بورڈ لاہور محفوظ ہیں۔
تیار کردہ : پنجاب ٹیکسٹ بُک بورڈ، لاہور۔
منظور کردہ : حکومت پنجاب (محکمہ تعلیم) لاہور۔
بمُطابق مراسلہ نمبر SO(C) 10-1/72 مورخہ 23.5.1974
نظرِ ثانی شدہ :- قومی ریویو کمیٹی وفاقی وزارتِ تعلیم وصُوبائی رابطہ حکومت پاکستان۔
(قومی کمیٹی برائے جائزہ کُتب نصاب کی تصیح شدہ۔)

قومی ترانہ

پاک سرزمین شاد باد کشورِ حسین شاد باد
تُو نشانِ عزمِ عالی شان ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین شاد باد

پاک سرزمین کا نظام قوّتِ اُخوّتِ عوام
قوم، مُلک، سلطنت پائندہ تابندہ باد
شاد باد منزلِ مُراد

پرچم ستارہ و ہلال رہبرِ ترقّی و کمال
ترجمانِ ماضی، شانِ حال جانِ استقبال
سایۂ خُدائے ذُوالجلال

CODE NO:- G-43   4232   SERIAL NO:-

تاریخ اشاعت	اشاعت اوّل (تجرباتی)	تعداد اشاعت	قیمت
مئی 1983ء	بار سوم	20,000	5,15